"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"
(المصلح الموعود)



جون ۱۹۸۱ء

ایڈیٹر
محمد الیاس منیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ

"تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں"

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

جلد ۲۸ — شمارہ : ۸

ماہنامہ

# خالد

ربوہ

احسان ہش ۱۳۶۰ ۔ جون ۱۹۸۱ء

ایڈیٹر

محمد الیاس منیر

نائبین

اخلاق احمد انجم ۔ منصور احمد عارف

محمود احمد اشرف ۔ نعمت اللہ بشارت

## الفہرست



پبلشر : مبارک احمد خالد

پرنٹر : سید عبدالحی

مطبع : ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت : دفتر ماہنامہ "خالد" دارالصدر جنوبی ربوہ۔

قیمت سالانہ : پندرہ روپے

فی پرچہ : ایک روپیہ پچاس پیسے

کتابت :۔ نورالدین خوشنویس ربوہ

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں

# دینِ حق

ایک مردِ خدا ہاتھ میں عصا لئے خانہ کعبہ میں داخل ہوتا ہے اور اس میں رکھے ہوئے مشرکینِ مکہ کے ۳۶۰ بتوں کو اپنے عصا سے گراتا جاتا ہے اور ہر ایک بُت کے پاس یہ آیت تلاوت کرتا ہے :-

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝

یہ فتح مکہ کا ذکر ہے اور یہ مردِ خدا حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو ایک لمبے عرصہ تک کفارِ مکہ کی طرف سے مصائب وایذا رسانی برداشت کرتے رہے اور ایک طویل مزاحمت کے بعد اس موقعہ پر دینِ حق کے غلبہ کا اعلان فرما رہے تھے اور بتا رہے تھے کہ اب اسلام ہر سو پھیل جائے گا اور ہر کوئی اس کا حلقہ بگوش ہو جائے گا۔ آپؐ نے مسلمانوں کی ترقی کے بعد تنزل کی بھی خبر دی اور فیج اعوج کے زمانہ کے بعد پھر سے دینِ حق کے غلبہ کی بشارت بھی سنائی اور ڈنکے کی چوٹ کہا کہ اس وقت ایک غلام احمدؐ دینِ حق کے ساتھ آکر مسلمانوں میں زندگی کی ایک نئی رُوح پھونک دیگا۔ غلبۂ دینِ حق سے متعلق اِن تمام اخبار واحادیث کا خلاصہ اور لب لباب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اس آیت میں بیان فرما دیا ہے :-

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۝

یہ آیۂ کریمہ اکثر علمائے اسلام کی رائے میں اُس وجود کے بارہ میں ہے جس نے ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ آنا تھا ہاں وہی مردِ کامل جس نے دینِ حق کو مللِ باطلہ پر غالب کرنا تھا سو خدا نے اس مامور کو مبعوث فرمایا تا اس کے ہاتھ سے دینِ اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ بخشے۔ اور بے شک ابتداء میں ضرور تھا کہ اس مامور اور اس کی جماعت پر ظلم ہو لیکن آخر میں فتح ہوگی اور یہ دین اس مامور کے ذریعہ تمام ادیان پر غالب آجائے گا اور دوسری تمام ملتیں بیّنہ کے ساتھ ہلاک ہوجائیں گی۔

اے خدامِ احمدیت! تمہیں مبارک ہو کہ :-

یہ عظیم الشان انقلاب آئندہ ایک صدی کے اندر بپا ہونے والا ہے لیکن یہ اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں

اے اللہ! ہمیں اس کی توفیق دے اور دینِ حق کے غلبہ کا دن جلد دکھا۔ آمین

درس

# ہمارا کوئی بچہ بھی میٹرک سے کم تعلیم کا نہ ہو

**قرآن حکیم :۔**

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

ترجمہ : اے میرے رب ! میرے علم کو بڑھا۔

**حدیث شریف :۔**

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ :۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علم کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

**کلام الامام**

" علم دین کے لئے سفر کرنے کے بارے میں صرف اجازت ہی نہیں بلکہ قرآن اور شارع علیہ السلام نے اس کو فرض ٹھہرا دیا ہے، جس کا عمداً تارک مرتکب کبیرہ اور عمداً انکار پر اصرار بعض صورتوں میں کفر۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ نہایت تاکید سے فرمایا گیا ہے کہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ۔ اور فرمایا گیا ہے کہ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ کَانَ فِی الصِّیْنِ۔ یعنی علم طلب کرنا ہر یک مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں جانا پڑے "

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص ۶۰۶)

تبرکات

# ڈھونڈو اسی کو یارو بتوں میں وفا نہیں

وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اُس میں وہ کیا نہیں

سُورج پہ غور کرکے نہ پائی وہ روشنی
جب چاند کو بھی دیکھا تو اُس یار سا نہیں

واحد ہے لاشریک اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اس کو فنا نہیں

سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اسی کو یارو بتوں میں وفا نہیں

اس جائے پُرعذاب سے کیوں دل لگاتے ہو
دوزخ ہے یہ مقام یہ بُستاں سرا نہیں

(درثمین)

# صحیح بخاری کا ایک خاص اسلوب

(جناب شیخ عبد القادر - ۲۱۵ - رستم پارک - نواں کوٹ - لاہور)

اس وقت رُوئے زمین پر ہر لحاظ سے صحیح ترین کتاب صرف اور صرف ایک قرآن حکیم ہے اور اس کے بعد حضرت امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف صحیح بخاری کو "اصح الکتب بعد کتاب اللہ ---- یعنی کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب قرار دیا گیا ہے حضرت امام بخاری رح نے اسے صحت کے اس مقام تک پہنچانے کے لئے روایات لینے میں غایت درجہ احتیاط برتی لیکن اس کے باوجود اس میں بعض روایات ایسی ہیں جنہیں سَو فیصد درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جیسا کہ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب اپنے ایک مضمون میں بخاری اور مسلم کی مرویات سے متعلق لکھتے ہیں :-

"حافظ ابن حجر اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی بھی اِن کتابوں کو ظن سے بالاتر نہیں سمجھتے۔ ظن سے بالاتر سماءِ دنیا کے نیچے صرف ایک ہی کتاب ہے"

(معارف فروری ۱۹۴۲ء بحوالہ مقامِ حدیث - ادارہ طلوعِ اسلام صفحہ ۲۵۸)

اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاری رح نے ضعیف روایات کیونکر درج فرمائیں ؟ اس کا جواب دو طرح سے دیا جا سکتا ہے :

ا۔ حضرت امام بخاری رح نے حتی الوسع تحقیق و تدقیق کی اور اس کے مطابق روایات کو قابل قبول سمجھ کر درج کر لیا۔ مگر فی الواقع اُن میں ضعف تھا۔

ب۔ امام بخاری رح نے بعض ایسی ضعیف روایات جان بوجھ کر لیں جو قرآن کریم کی ابدی صداقتوں کے خلاف تھیں مگر عوام میں مشہور تھیں ۔ چنانچہ آپ کا ان روایات کو لینے سے مقصد ان پر تنقید کرنا تھا اور اس ذمہ داری سے آپ اپنے خاص اسلوب بیان کے ذریعہ نہایت فراست کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے ۔ اور ذیل میں آپ کے اسی اسلوب کا ذکر کیا جائے گا انشاء اللہ۔

بخاری شریف کے گہری نظر سے مطالعہ کرنے

سے یہ بات بڑی صراحت کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ اس میں امام بخاریؒ نے ممکن حد تک کوشش کی ہے کہ ہر روایت کے قبول یا ردّ کیلئے قرآن کریم کو کسوٹی اور معیار بنایا جاوے، جو اس کے خلاف ہو اُس پر تنقید اور جو اس کے موافق ہو اس کی تصدیق کر کے بیان کیا جائے۔ اور اس کے لئے آپ نے جو اسلوب اختیار فرمایا ہے اس کو سمجھنے کے لئے بزرگوں نے کہا ہے ـــ فقه البخاری فی تراجمه ـــ کہ بخاری کی سمجھ اور فہم اسکے تراجم (عناوین) میں ہے۔ یعنی امام بخاریؒ باب کے عنوان یا اس کے تحت بیان شدہ آیتِ قرآنی یا قولِ صحابی یا اپنے بیان کے ذریعہ آئندہ آنیوالی روایت کی تصدیق یا تنقید کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کے اس اسلوب کا ایک پہلو "تصریفِ روایات" بھی ہے۔ چنانچہ آپ نے حدیث کو قرآن کے تابع ثابت کرنے کے لئے "تصریفِ روایات" (یعنی ایک ہی مضمون کی روایات کو بار بار بیان کرنا جن میں سند یا متن کا کسی قدر اختلاف ہو) کا خصوصیت سے التزام کیا ہے جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ احادیث کا متن حروفِ زائدہ اور راوی کے اپنے خیالات سے مبرّا نہیں ہے۔

گویا امام بخاریؒ بھی اسی خیال کے تھے کہ حدیث میں ظن و شبہ کو دخل ہے۔ مثلاً یہی حدیث لیجئے کہ حضرت ابراہیمؑ نے تین جھوٹ بولے یہ حدیث نصِّ قرآنی صِدِّیقًا نَّبِیًّا کے خلاف

> حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے صحیح بخاری کے متعلق فرمایا:-
>
> "یہی ایک کتاب ہے جو دُنیا کی تمام کتابوں میں سے قرآن شریف کے بہت مطابق اور سب سے افضل اور صحیح ہے۔ اس کی دوسری بہن گویا مسلم ہے"۔
>
> (ملفوظات جلد دوم ص۲۱۸)

ہے۔ اور امام بخاریؒ بھی حضرت ابراہیمؑ سے متعلق کذباتِ ثلاثہ کا فقرہ صحیح نہیں سمجھتے۔ چنانچہ تصریفِ روایت سے اشارہ فرما دیا کہ یہ فقرہ فرمودہ رسولؐ نہیں بلکہ حضرت ابوہریرہؓ کا اپنا خیال ہے۔

جیسے کہ کتاب التفسیر میں حدیثِ شفاعت لاتے ہیں۔ پہلے حضرت انسؓ بن مالک سے اور پھر آگے چل کر ابوہریرہؓ سے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ ہیں:-

> "(حضرت نوحؑ) لوگوں سے کہیں گے خلیل الرحمٰن (حضرت ابراہیمؑ) کے پاس جاؤ وہ تمہاری شفاعت کریں گے۔ وہ اُن کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے میں اس مقام کا اہل نہیں موسیٰ کے پاس جاؤ"۔

اس حدیث کی دو سندیں لائی گئی ہیں جو کتاب التفسیر میں سورۃ بقرہ کے باب وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا میں درج ہیں۔ آگے چل کر سورۃ بنی اسرائیل کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت لاتے ہیں اُس کے الفاظ یہ ہیں:-

"لوگ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے کہ آپ خلیل اللہ ہیں اور اللہ کے پیغمبر ہیں آپ ہمارے لئے شفاعت کیجئے۔ وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ بہت غضب میں ہے، وہ غضب جو نہ پہلے آیا اور نہ پھر آئے گا۔ اور مَیں نے دُنیا میں یہ خطا کی تھی کہ تین جھوٹ بولے تھے۔" ابو حیّان نے (جو کہ اس حدیث کے راوی ہیں) ان تین جھوٹوں کا بھی بیان کیا ہے۔ پھر وہ نفسی نفسی پکاریں گے اور لوگوں سے فرمائیں گے تم حضرت موسیٰؑ کے پاس جاؤ۔"

حضرت امام بخاریؒ نے یہ دونوں حدیثیں درج کر کے یہ اشارہ کر دیا کہ حدیث میں الفاظِ زائدہ موجود ہیں جو کہ راویوں کی غلطی کی وجہ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دو سندوں والی

---

حضرت بانیٔ احمدیت فرماتے ہیں:-

"صحیح بخاری امام صاحب کے وقت میں تالیف ہوتی تو امام اعظم صاحب اس کو آنکھوں پر رکھ لیتے۔" (روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ...)

---

حدیث میں کذباتِ ثلاثہ کا کوئی ذکر نہیں، جبکہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں موجود ہے۔ کتاب التفسیر کے بعد کتاب الانبیاء میں اس بات کو آپ نے کھول دیا کہ کذباتِ ثلاثہ والے الفاظ دراصل حضرت ابوہریرہؓ کے ہیں فرمودۂ رسولؐ نہیں ہے۔ وہاں بھی دو روایتیں لائے ہیں پہلی روایت یہ ہے:-

"ابوہریرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیمؑ نے تین باتوں کے سوا کبھی جھوٹ نہیں بولا۔" (باب یَزِفُّوْنَ النَّسَلَانِ فِی الْمَشْیِ)

دوسری روایت میں ہے:-

"محمد بن سیرین نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے (یعنی ابوہریرہؓ نے) کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے تین باتوں کے سوا

کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولا "
(اور آگے کذباتِ ثلاثہ کی تفصیل
ہے)۔

دوسری سند میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا ذکر نہیں بلکہ یہ بات حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف منسوب ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ تصریفِ روایات کے اسلوب کی مدد سے حضرت امام بخاریؒ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی بعض باتیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی گئیں۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ سے دو سندوں سے جو حدیثِ شفاعت ملتی ہے اُس میں کذباتِ ثلاثہ کا ذکر تک نہیں ہے اور کذباتِ ثلاثہ والی ایک روایت حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف منسوب ہے۔ اُسے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچایا گیا۔ گویا حضرت امام بخاریؒ خود اس امر کے قائل ہیں کہ حدیث ظن و شبہ سے بالا نہیں ہے۔ بعض الفاظ زائدہ راویوں کی طرف سے شامل ہو گئے ہیں لیکن منسوب ہو گئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔

الغرض تصریفِ روایات با قاعدہ ایک فن ہے جس کی مدد سے حضرت امام بخاریؒ نے لطیف اشارات کئے ہیں کہ روایات کا ثقاہت کے اعتبار سے مقام کیا ہے؟ اس مقابلہ و موازنہ سے یہ امر ظاہر ہے کہ حضرت امام بخاریؒ بعض حدیثیں تصدیق کے لئے نہیں بلکہ تنقید کے لئے لائے ہیں —— جن حدیثوں پر امام بخاریؒ نے تنقیدی اشارات کئے ہیں اُن کو حتمی اور یقینی سمجھنا ہی دراصل بنیادی غلطی ہے۔

چودھویں صدی کے ایک عالم ضیاء الدین عمر المصری نے " زُبْدَۃُ البخاری" کے نام سے بخاری شریف میں سے خالص اقوالِ رسولؐ اللہ والی قولی" حدیثیں تحقیق کر کے اُن کا ایک مجموعہ تیار کیا ہے۔ اس کے آخر میں حدیثِ شفاعت حضرت انس بن مالکؓ سے لائے ہیں جس میں کذباتِ ثلاثہ کا کوئی ذکر نہیں۔ کذباتِ ثلاثہ کے ذکر والی روایتیں نہیں لائے۔ گویا یہ حدیث اقوال منسوب الی الرسولؐ میں سے ہے، قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے۔

دوسری مثال بھی حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے اُن کی مشہور روایت نزولِ مسیح کے باب میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے نزولِ مسیح کی آیت قرآنی کی رُو سے تشریح کی کہ سارے اہلِ کتاب آپ کی وفات سے پہلے آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے اس اجتہاد کا ذکر کر دیا لیکن اس کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی تین اسناد سے یہ حدیث لائے ہیں:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب ابنِ مریم تم میں

نازل ہوں گے اور وہ تمہیں میں سے
تمہارے ایک امام ہوں گے۔"

حضرت امام بخاریؒ کے اِس اُسلوب سے ظاہر ہے کہ ابتداء میں حضرت ابوہریرہؓ کا یہی خیال تھا کہ نزولِ عیسیٰ سے مراد بعینہٖ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے۔ لیکن بعد میں اُنہوں نے رجوع کر لیا اور اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کے قائل ہو گئے۔

مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے :-

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ تم میں سے جو زندہ رہے گا
قریب ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام
سے ملاقات کرے۔ درآں حالیکہ
وہ امام مہدی اور حَکَم وعَدَل ہو گا"
(جلد ۲ صفحہ ۴۱۱ مطبوعہ مصر)

اِس حدیث نے یہ بات بالکل واضح کر دی کہ حضرت ابوہریرہؓ نے اپنے پہلے خیال سے رجوع کر لیا تھا۔ عصرِ حاضر میں حَکَم وعَدَل نے یہی بات بتائی۔ حقیقۃ الوحی میں فرمایا :-

"ابتدا میں حضرت ابوہریرہؓ کو
بھی یہی دھوکہ لگا ہوا تھا"
(صفحہ ۳۴)

گویا بعد میں یہ بات صاف ہو گئی کہ آنے والے سے مراد اُمتِ محمدیہ کا کوئی فرد ہے اُمتِ بنی اسرائیل کا آخری پیغمبر نہیں۔ الغرض امام بخاریؒ نے تصریفِ روایات کے اسلوب سے مضامین کے انبار لگا دیئے۔ کاش! منکرینِ حدیث اِس نظر سے بخاری شریف کا مطالعہ کریں۔

حضرت اقدس ...... نے اپنی کتاب "ازالہ اوہام" میں "اِفادات البخاری" کے باب میں اِس اسلوب کی طرف اشارات کئے ہیں اور بتایا ہے کہ امام بخاریؒ نے ایک حدیث کی تفسیر دوسری حدیث سے کر دی اور "ازالہ اوہام" میں جابجا یہ مضمون ہے کہ امام بخاریؒ اِس اسلوب کی مدد سے مضامین کو کھولتے ہیں۔ فرمایا۔ بخاری کی

"ایک حدیث کا مضمون یہ
ہے کہ ابن مریم تم میں اُتریگا۔
اور پھر بیان کے طور پر کھول
دیا ہے کہ وہ ایک تمہارا امام
ہو گا۔ جو تم میں سے ہی ہو گا۔
...... اور تم سے ہی پیدا ہو گا۔
گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اِس وہم کو دفع کرنے
کے لئے جو ابن مریم کے لفظ
سے دلوں میں گزر سکتا تھا۔
مابعد کے لفظوں میں بطور
تشریح فرما دیا کہ اس کو سچ مچ
ابنِ مریم ہی نہ سمجھ لو۔ بَلْ
ھُوَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۶)

یہ ہے حضرت امام بخاریؒ کا شاندار اسلوب پہلے اُنہوں نے ابوہریرہؓ کے اجتہاد کا ذکر کیا اور پھر ابوہریرہؓ ہی کی روایت سے اُن کے رجوع کی طرف لطیف اشارہ کر دیا۔ یہ اُسلوب بخاری شریف میں جابجا پھیلا ہُوا ہے اور بخاری شریف کا ایک منفرد فنِ تنقید ہے جو کہ قابلِ غور و فکر ہے۔ فی الجملہ حضرت امام بخاریؒ نے اقوال رسولؐ اللہ اور اقوال منسوب الی الرسولؐ میں تمیز کی ہے اور اس کے لئے تصریفِ روایات سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس اسلوب کو سمجھنے اور اِس سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق دے۔ آمین۔

---

# میٹرک کا امتحان دینے والے احمدی طلباء کیلئے ضروری اعلان

۱۔ ایسے احمدی طلباء جو میٹرک کا امتحان دے چکے ہیں اور وہ زندگی وقف کر کے جامعہ احمدیہ میں اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کرنے کے خواہشمند ہیں وہ میٹرک کے امتحان کے نتیجہ کا انتظار نہ کریں بلکہ فوری طور پر اپنی درخواستیں مقامی جماعت کے امیر یا صدر صاحب کی معرفت وکالت دیوان تحریک جدید ربوہ کو بھجوا دیں تاکہ انٹرویو سے پہلے ان کے ضروری کوائف مکمل کئے جا سکیں۔

۲۔ جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے انٹرویو میٹرک کے نتیجہ کے بعد ہوگا۔ جس کا اعلان عنقریب اخبار الفضل اور دیگر جماعتی رسالہ جات میں کر دیا جائے گا انشاء اللہ۔

۳۔ جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے کم از کم میٹرک سیکنڈ ڈویژن اور عمر ۱۷ سال یا اس سے کم ہونا ضروری ہے اس لئے درخواست دہندگان امتحان کا نتیجہ نکلنے کے فوراً بعد اپنے نتیجۂ امتحان کی بھی اطلاع دیں۔

وکیل الدیوان
تحریک جدید۔ ربوہ

# مبلغ اسپین سے ایک ملاقات

(انٹرویو : محمود احمد اشرف)

مبلغ اسپین محترم عبدالستار خان صاحب قریباً چار سال تک سپین میں اعلاء کلمۃ اللہ کا فریضہ سرانجام دینے کے بعد حال ہی میں مرکز سلسلہ واپس تشریف لائے تو خاکسار نے ان سے ایک ملاقات کی۔ اس ملاقات کا محرک وہ مہتم بالشان کارنامہ اور عظیم انقلاب تھا جس کی بنیاد ساڑھے سات سو سال کے بعد سپین میں تعمیر ہونے والی پہلی مسجد کی صورت میں رکھی جا چکی ہے۔ اس مسجد کا سنگِ بنیاد حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۹ر اکتوبر ۱۹۸۰ء کو قرطبہ کے قریب پیدرو آباد (PEDRO ABAD) میں رکھا تھا اور مختلف مراحل طے ہونے کے بعد ۱۲ر جنوری ۱۹۸۱ء کو اس کی تعمیر کے معاہدہ پر دستخط ہو گئے۔ ۱۲ر جنوری کا دن معاہدہ کے لئے اس لئے مقرر کیا گیا کہ یہ رحمت کے نشان سیدنا حضرت مصلح موعود . . . . . . . کا یوم ولادت ہے۔ معاہدہ کے بعد ۱۶ر مارچ ۱۹۸۱ء سے اس کی تعمیر کا کام باقاعدہ طور پر شروع ہو چکا ہے الحمد للہ۔ اور معاہدہ کے مطابق اس کی تعمیر دس مہینوں میں مکمل ہو جائے گی انشاء اللہ العزیز اور تعمیر مکمل ہونے کے بعد آئندہ سال حضور ایدہ اللہ وہاں تشریف لے جا کر اس کا افتتاح فرمائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

یاد رہے کہ ۹ر اکتوبر ۱۹۸۰ء کو رکھا جانے والا سنگِ بنیاد محض ایک مسجد کا سنگِ بنیاد نہیں ہے، بلکہ اس عظیم الشان انقلاب کے لئے سنگِ میل ہے جس کی بشارتیں جماعت احمدیہ کو دی گئی ہیں۔ چنانچہ فتح و نصرت کی انہی بشارتوں سے متعلق سوچتے ہوئے میں نے مبلغ اسپین کی خدمت میں حاضر ہو کر مدعا بیان کیا تو آپ مجھے تصوّر ہی تصوّر میں قرطبہ سے میڈرڈ جانے والی شاہراہ پر قرطبہ سے ۳۲ کلومیٹر پر واقع صاف ستھرے، کشادہ اور پختہ راستوں والے گاؤں "پیدرو آباد" لے گئے۔

آپ نے اس گاؤں میں مسجد احمدیہ کے لئے خرید کی جانے والی زمین کی خرید کے مختلف مراحل اور واقعات بیان کرنے شروع کئے۔ اور اس تمام گفتگو کے دوران میں نے محسوس کیا کہ زمین کی خرید کے ہر مرحلہ اور ہر قدم پر خدا تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت ہمارے مشن کے شامل حال تھی اور

صاف طور پر نظر آ رہا تھا کہ ہر کام خدا نے اپنی خاص تقدیر کے مطابق پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

سب سے پہلے مبلغ سپین نے بتایا کہ اس زمین کے سودے سے قبل ایک اور زمین کے لئے ابتدائی بات چیت ہو چکی تھی اور وہ زمین بظاہر اس زمین سے اچھی تھی لیکن خدا تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ مسجد وہاں بنے۔ شاید اس لئے کہ خدا تعالیٰ کا منشاء ہے کہ سپین میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا مرکز اس جگہ ہو جہاں سے آج سے ساڑھے سات سو سال قبل سپین سے اسلام کو مٹا ڈالنے کے لئے مہم کا آغاز کیا گیا تھا۔

محترم عبدالستار صاحب کلام جاری رکھتے ہوئے قدرے بلند آواز میں کہنے لگے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ۱۲۳۴ء میں فرڈیننڈ ثالث (فرڈی ننڈ) نے سپین پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا تو اس نے اپنے منصوبہ کا آغاز قرطبہ اور اس کے ارد گرد کے دیہات پر قبضہ کرنے سے کیا اور اس کے لئے اس نے قرطبہ کے نزدیک ایک میدان میں اپنی فوجیں جمع کیں اور چھاؤنی بنائی۔ اس کے بعد یہاں سے فوجیں تو چلی گئیں مگر چھاؤنی کے نقوش باقی رہے اور آہستہ آہستہ یہاں آبادی ہونے لگی اور ایک مدت گزر جانے پر یہاں ایک گاؤں وجود میں آ گیا اور اس کا نام ایک عیسائی راہب کے نام پر پیڈرو آباد رکھ دیا گیا

اور آج ٹھیک ۷۵۰ سال بعد عین اُسی جگہ ایک مسجد کا سنگِ بنیاد رکھ کر غلبۂ اسلام اور اس کی عظمتِ رفتہ کے از سرِ نو قیام کا آغاز کر دیا گیا ہے، جہاں سے اسلام کو سپین سے مادی طاقت کے ذریعہ مٹا ڈالنے کی مہم کا آغاز کیا گیا تھا۔

مبلغ سپین کی بات جاری تھی اور مَیں ان دونوں واقعات کے عجیب ربط پر غور کر رہا تھا کہ اُس وقت تو اِس میدان سے جبر اور ظلم کے ذریعہ اسلام کو نیست و نابود کرنے کا پروگرام بنایا گیا تھا مگر آج اسی میدان سے توپ و تفنگ کی بجائے اسلام کی حسین تعلیم اور پیار و محبت کے ذریعہ بنی نوع انسان کے دل اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جیتنے کی آسمانی مہم کا آغاز کیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں اسلام کا سورج ایک دفعہ پھر سرزمینِ اندلس پر اپنی پوری تابانی کے ساتھ چمکنے لگے گا انشاء اللہ۔

اور مَیں نے خیالات کا تانا بانا سُلجھاتے ہوئے زیرِ لب دُعا کی کہ خدا کرے کہ اسلام کی آخری فتح کے دن جلد آ پہنچیں۔ آمین

اس کے بعد محترم عبدالستار صاحب زمین کی خرید کے حالات بتانے لگے۔ آپ نے اس ضمن میں ایک بڑا ہی ایمان افروز واقعہ سُنایا اور وہ یہ کہ جب احمدیہ مشن نے زمین کے مالک سے زمین کا سودا کر لیا تو سپین کے قانون کے مطابق ایک نوٹری (جس کے ذریعہ زمین کی خرید و فروخت کا باقاعدہ معاہدہ ہوتا ہے) کی طرف رجوع کیا تو

وہ محض اسلام دشمنی کے باعث غیر معقول بہانے تراشنے لگا جس پر ہم نے فوراً ایک دوسرے نوٹری کے ساتھ رابطہ قائم کیا تو اُس نے کہا یہ کوئی مشکل امر نہیں اور پہلے نوٹری کے قانونی حیلوں کو غلط قرار دیا چنانچہ اس کے ذریعہ ہماری زمین کا سودا بہت جلد ہو گیا

محترم خان صاحب نے اس کے بعد جو واقعہ سُنایا وہ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کا عجیب ہی رنگ رکھتا ہے۔ کہنے لگے ــــ زمین کے معاہدۂ خرید کی تکمیل کے بعد سرکاری رجسٹرار سے زمین کی رجسٹری کے لئے ہم نے اپنی درخواست پیش کی تو رجسٹرار جو کٹر عیسائی تھے صاف الفاظ میں کہنے لگے کہ "مَیں بڑا شیطان ہوں، مَیں آپ کی مسجد کسی صورت بننے نہیں دوں گا" اور اس نے بڑی تحدّی سے کہا کہ "آپ کی مسجد یہاں کسی صورت بھی نہیں بن سکے گی"۔ اور اس کے لئے اُس نے عذرِ لنگ کے طور پر قانونی پہلو یہ پیش کیا کہ "یہ علاقہ ممنوعہ ہے اور یہاں غیر ملکی اپنی عمارات نہیں بنا سکتے"۔ اس پر ہمیں خاصی پریشانی ہوئی۔ اُدھر حضور ایدہ اللہ کے سپین میں ورودِ مسعود کا وقت قریب سے قریب تر آتا چلا جا رہا تھا اور اِدھر یہ ایک بہت بڑا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ خیر ہم نے حضور ایدہ اللہ کو ساری صورتِ حال سے آگاہ کر کے دُعا کی عاجزانہ درخواست کی اور خود بھی خدا تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دُعائیں کرنے لگے ـــــ خدا کا کرنا ہُوا کہ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ اس رجسٹرار کا تبادلہ

## بلند پروازی

"بلند پروازی اسی کو کہتے ہیں کہ انسان اپنی موجودہ حالت سے اُوپر ایک مقصد معیّن کرے۔ پھر یہ سوچے کہ یہ مقصد کن ذرائع سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جب ذرائع اپنی معیّن صورت میں سامنے آجائیں تو پھر اس امر پر غور کرے کہ کن طریقوں سے یہ ذرائع فراہم ہو سکتے ہیں۔ جب کوئی شخص یہ طریقے معلوم کر کے مصروفِ عمل ہو جاتا ہے تو ذرائع خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور بالآخر وہ مقصد مل جاتا ہے جس کے لئے یہ سب کوشش ہو رہی تھی۔ اگر ایسا ظہور میں نہیں آتا تو وہ بلند پروازی نہیں خام خیالی یا واہمہ ہے۔"

(مشعلِ راہ صفحہ ۷۵۳-۷۵۴)

ہو گیا اور اس کی جگہ خدا نے ایک سلیم الفطرت رجسٹرار کو بھیج دیا جس نے آتے ہی ہمارا کام کر دیا اور اس طرح سے محض خدائی تائید کے نتیجہ میں حضور کی سپین آمد سے صرف ایک ڈیڑھ ہفتہ قبل زمین کی خرید کے تمام مراحل بخیر و خوبی طے پا گئے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

محترم خان صاحب نے مسجد کے محلِ وقوع کی تفصیلات بتاتے ہوئے بیان فرمایا کہ ہماری اس

زمین کے بالکل سامنے عیسائیوں کا ایک بہت بڑا مرکز ہے جس میں ایک دیوقامت گرجا گھر بھی ہے۔ اس جگہ چند سال قبل بڑے بڑے راہب رہا کرتے تھے اور بعد میں یہ کچھ عرصہ مشنری کالج کے طور پر بھی استعمال ہوتا رہا ہے جس کی وجہ سے بہت بارونق تھا لیکن اب کافی مدت سے غیر آباد ہونے کی وجہ سے بالکل ویران ہے اور عیسائیت کے تنزل پر شاہد ناطق ہے جبکہ اس کے عین بالمقابل وہ مینار بلند ہو رہے ہیں جن سے توحید کی روشنی پھوٹے گی اور سارے عالم کو منور کر دے گی انشاء اللہ۔

مبلغ اسپین نے اس تمہید کے بعد بتایا کہ مسجد احمدیہ کے سنگِ بنیاد کے موقع پر احمدیہ مشن کی طرف سے عیسائیوں کے مرکز کی اس عمارت کے مالک کو تقریبِ سنگِ بنیاد میں شرکت کا دعوت نامہ بھیجا اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ اس موقع پر مہمانوں کے قیام کے لئے اس عمارت کے چند کمرے کچھ دنوں کے لئے دے دیئے جائیں۔ چند روز بعد اس کی طرف سے ملنے والے جواب میں لکھا تھا:-

"میں تو درد والحاح کے ساتھ
خداوند یسوع مسیح سے یہ دعا کر رہا
ہوں کہ تمہاری یہ مسجد تعمیر ہی نہ
ہونے پائے"

گرجا گھر کے مالک کی یہ آواز محض فرد واحد

## چار دیواریں :-

"ایک دیوار انصار اللہ ہیں، دوسری دیوار خدام الاحمدیہ اور تیسری اطفال الاحمدیہ اور چوتھی دیوار لجنات اماء اللہ ہیں۔ اگر یہ یہ چاروں دیواریں ایک دوسری سے علیحدہ علیحدہ ہو جائیں تو یہ لازمی بات ہے کہ کوئی عمارت کھڑی نہیں ہو سکے گی۔ عمارت اس وقت مکمل ہوتی ہے جب اس کی چاروں دیواریں آپس میں جڑی ہوئی ہوں"۔ (مشعلِ راہ صفحہ ۲۹)

کی آواز نہیں بلکہ ۔ ۔ ۔ ۔ عیسائیت کی نمائندہ آواز ہے جو عیسائیت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پر ماتم کر رہی ہے اور اس پر اس جگہ تعمیر ہونے والی ہماری مسجد شاہد ہے —— پھر اس کے ساتھ ہی مجھے یہ بھی خیال آیا کہ جس بات کا فیصلہ ربّ ذوالجلال آسمان پر کر چکا ہو اُسے یسوع مسیح کیونکر بدل سکتا ہے۔

مبلغ سپین کی اس امید افزا گفتگو سے اُس عظیم الشان انقلاب کی نشان دہی ہو رہی تھی جو کل وہاں برپا ہونے والا ہے۔ اس سرزمینِ انقلاب کی تاریخ سے تو کچھ واقفیت تھی مگر دورِ حاضر کا

سپین خصوصاً وہاں کے عوام کے خیالات سے آگاہی کے لئے میں نے آپ سے سوال کیا کہ سپین میں عوام کے مذہبی رجحانات کیا ہیں؟ کچھ سوچ کر کہنے لگے کہ وہاں اس وقت عیسائیوں کی کثرت ہے اور چونکہ عیسائیت دینِ فطرت نہیں اس لئے جب لوگ مذہبی احکامات کو خلافِ فطرت پاتے ہیں تو لازمی نتیجہ کے طور پر مذہب سے بیزاری پیدا ہوتی ہے۔ بالخصوص نئی نسل مذہبی باتوں میں ہرگز نہیں اُلجھتی۔ تاہم باقی یورپین ممالک کی نسبت سپین کو بہرحال ایک مذہبی ملک قرار دیا جا سکتا ہے۔

آپ کی بات کے دوران ہی میں نے وہاں اسلام کی موجودہ صورتِ حال کے بارہ میں سوال کیا تو جواباً خان صاحب نے بڑے محتاط انداز میں بتایا کہ وہاں جماعت احمدیہ کے علاوہ مختلف غیر ملکی مسلم طلباء کی تنظیمیں بھی قائم ہیں لیکن اسلام کی رُوح سے بیگانہ ہیں کیونکہ وہاں مقیم اکثر مسلمان بھی عیسائیوں کے رنگ میں رنگین ہیں جس سے بہرحال اسلام کا تصور ذہنوں میں بگڑتا اور اپنی انفرادیت کھوتا ہے۔ جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے ہمارے مبلغین اور دوسرے احمدیوں کو ہر کوئی امن پسند اور معزز جانتا ہے۔ احمدیوں کے اخلاق کا بھی بڑا اثر ہے جس کی وجہ سے ہماری ہر بات کو جو یقیناً مذہبی ہی ہوتی ہے بڑے غور سے سنا جاتا ہے اور عموماً درست تسلیم کیا جاتا ہے۔

بات ختم ہوئی تو میں نے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ غلبۂ اسلام کی گھڑی نزدیک تر ہے اور ہم سب خدائی وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے اس کے لئے کوشاں ہیں مگر میرا سوال یہ ہے کہ ایمان و اعتقاد سے قطع نظر اسپین میں کیا واقعی غلبۂ اسلام کے لئے ایسے آثار پائے جاتے ہیں جو عقلِ انسانی کے مطابق بھی بظاہر اس موعود انقلاب کی نشاندہی کرتے ہوں۔ محترم عبد الستار صاحب نے فوراً کہا کہ پہلی بات تو یہ کہ ایک احمدی خدائی وعدوں سے قطع نظر نہ بات کرتا ہے نہ کر سکتا ہے نہ ہی ہم یا ہماری کوششیں اس کے بغیر کچھ ہیں، تاہم آپ کے سوال کے جواب میں عرض ہے کہ امید افزا بات وہاں عیسائیت سے بیزاری ہے۔ تمام منفی پہلوؤں کے ہوتے وہاں اسلام کی عظمتِ رفتہ کا اثر اب تک نمایاں ہے۔ اسپین کے لوگ آج بھی خود کو عربی النسل ثابت کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ پھر سب سے بڑھ کر اسلام کو وہاں واحد دینِ فطرت مانا جا رہا ہے، اور دل بہرحال حق کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ اب خدا کرے کہ ہماری حقیر کوششیں بار آور ثابت ہوں اور غلبۂ اسلام کی موعود گھڑی جلد آ پہنچے آمین۔

میں نے زیرِ لب انشاء اللہ کہہ کر بات ختم کی تو احساس ہوا کہ میں خاصہ وقت لے چکا ہوں۔ چنانچہ مجاہدِ سپین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اُن سے رخصت ہونے لگا تو آپ نے کہا سپین میں غلبۂ اسلام اور اس کی نشأۃ ثانیہ کے لئے

خاص طور پر دُعا فرمائیں ۔ اسی طرح یہ بھی دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری مسجد کی تعمیر کی تکمیل کے جلد سامان پیدا فرمائے اور اسے اسپین ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے لئے ہدایت کا باعث بنائے ۔

اس پر میں نے زیرِ لب آمین کہا اور ان سے رخصت ہُوا ۔

---

## مبلغ اسپین کا تعارف

محترم عبدالستار خان صاحب ۱۹۴۷ء میں بمقام خوشاب محترم حافظ مولوی عبدالکریم خان صاحب مرحوم کے ہاں پیدا ہوئے ۔ انہوں نے ۱۹۳۱ء میں بیعت کی ۔ اس سے قبل اپنے محلہ کی ایک مسجد کے امام الصلوٰۃ تھے ۔

محترم عبدالستار صاحب نے ۱۹۶۲ء میں میٹرک اور پھر لاہور سے الیکٹریکل انجینئرنگ کا کورس اور ۱۹۶۷ء میں زندگی وقف کر کے جامعہ احمدیہ میں تعلیم کا آغاز کیا ۔ ۱۹۷۳ء میں شاہد کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد قریباً ایک سال ترگڑی ضلع گوجرانوالہ اور نومبر ۱۹۷۴ء سے مارچ ۱۹۷۷ء تک میانوالی میں بطور مربی سلسلہ خدمت کا موقع ملا اور اگست ۱۹۷۷ء میں آپ سپین تشریف لے گئے جہاں آپ نے قرطبہ میں مشن کے قیام اور احمدیہ مسجد کے لئے زمین کی تلاش کے سلسلہ میں اہم خدمات سرانجام دیں اور اپریل ۱۹۸۱ء میں آپ واپس مرکز سلسلہ ــــ ربوہ تشریف لے آئے ۔

---

## مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی ستائیسویں (۲۷) سالانہ تربیتی کلاس کی اختتامی تقریب

(بقیہ صفحہ ۴۸)

کامیاب ہونے والے خدام کو اسناد کامیابی دی گئیں ۔

---

کلاس کے اختتام کے بعد تربیتی کلاس کے ناظمِ اعلیٰ مکرم حافظ مظفر احمد صاحب نے مدیر "خالد" سے ایک ملاقات میں ان تمام احباب کا دلی طور پر شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس کلاس کو کامیاب بنانے کے لئے کسی نہ کسی رنگ میں تعاون کیا تھا ۔

آپ نے مزید کہا کہ مَیں دُعا گو ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جن خدام کو اس کلاس میں شرکت کی توفیق دی ہے وہ جو کچھ یہاں سے سیکھ کر جا رہے ہیں اس پر وہ خود بھی عمل کرنے والے ہوں اور اپنے باقی بھائیوں کو بھی اس سے بہرہ ور کرنے والے ہوں ۔ آمین ۔

علم و ادب

# اسلامی کتب خانے

## مسلمانوں کے کتاب سے عشق کی داستانیں

محمد شفیق قیصر مرحوم کے مقالہ "شاہد" بعنوان "اسلامی کتب خانے" کا ایک باب

تلخیص و ترتیب ——— بشارت الرحمٰن قمر۔ ربوہ

تالیف و تصنیف کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے جمع کتب اور مطالعۂ کتب میں بھی نام پیدا کیا ہے۔ وہ کتابوں کی فراہمی و تلاش میں دیوانہ وار مصروف رہتے اور بے دریغ مال و دولت صرف کر دیتے۔ کتاب سے والہانہ عشق رکھتے تھے اور اسی وجہ سے ہر اسلامی ملک میں مطالعہ کتب، تصنیف و تالیف، اور فنِ کتابت کا دریا موجزن تھا۔ علم و فن کی اشاعت قومی شعار بن چکا تھا۔ یہ سب اُس زمانے کا ذکر ہے جب دُنیا میں مسلمانوں کی کشور کشائی اور جہانبانی کے ڈنکے بج رہے تھے۔ اُس وقت سیاست کی اقلیم پر مسلمانوں کا سکہ رواں تھا اور اُن کی علم پروری اور علمی قدردانی کی وجہ سے وہ فضا پیدا ہو گئی تھی کہ صرف کتب خانوں ہی کی تشکیل و ترقی نہیں ہوئی بلکہ علوم و فنون نے حیاتِ نو پائی۔ نئے نئے علوم رائج ہوئے۔ مدارس کا قیام عمل میں آیا۔ سائنسی تحقیقات کے لئے تجربہ گاہیں کھلیں۔ رصد خانے تعمیر ہوئے، خطاطی و نقاشی اور صحافت کی ترویج و ترقی ہوئی اور کتابوں کی محبت، افادیت اور تکریم کا ایسا جذبہ پیدا ہوا کہ مسلمان اُنہیں اپنا مونس و ہمدم سمجھنے لگے۔ عرب کا مشہور شاعر متنبی ایک قصیدے میں کہتا ہے :-

خیر جلیسٍ فی الزمانِ کتاب

چنانچہ مطالعہ کتب کے عشاق سے تاریخ اسلام کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ اُن میں سے چند ایک کی سیرت بطور نمونہ پیش خدمت ہے۔

اسحاق بن سلیمان طبابت کا کام کرتے تھے اُن کے بارہ میں آتا ہے کہ کتابوں کے اس عاشق نے

عمر بھر شادی نہیں کی۔ اولاد کی تمنا کیسے پیدا ہوتی! لیکن جب کسی نے اولاد کے متعلق پوچھا تو جواباً کہنے لگے کہ اپنی کتاب "حُمّیات" (اس میں ہر قسم کے بخاروں کے بارہ میں تفصیلی معلومات بیان کی گئی ہیں۔ ناقل) کی موجودگی میں اولاد نہ ہونے کا مجھے کوئی غم نہیں۔[1]

عرب ہمیشہ کتابوں کا ذکر محبت و عزت کے ساتھ کرتے۔ وہ کتابوں کو اپنا وفادار ساتھی اور قابلِ اطمینان راہنما تصور کرتے تھے۔ جب وہ کتابوں کا تذکرہ کر رہے ہوتے تھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ اپنے کسی شفیق بھائی یا دوست کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ مطالعہ کتب کا شوق اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ اربابِ علم اپنے اہم سے اہم کام کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جب وہ مطالعہ کتب میں مصروف ہوتے تو وہ اربابِ حکومت کے طلب کرنے پر بھی نہ جاتے تھے۔

علامہ ابن طقطقی نے اپنی کتاب "الفخری" میں ایک عالم کا دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"کسی خلیفہ نے ایک عالم کو شام کے وقت گفتگو کے لئے بلا بھیجا۔ جب خلیفہ کا خادم اُن صاحب کو بلانے آیا تو دیکھا کہ اُن کے گرد کتابوں کا ایک انبار لگا ہوا ہے اور وہ بیٹھے ہوئے مطالعہ میں مصروف ہیں۔ خادم نے عرض کیا "چلئے خلیفہ آپ کو بلا رہے ہیں"۔ انہوں نے جواب دیا کہ "خلیفہ سے کہہ دو کہ اس وقت میرے پاس کئی حکماء بیٹھے ہوئے ہیں، میں اُن سے مصروفِ گفتگو ہوں۔ جب ان سے فارغ ہو جاؤں گا حاضرِ خدمت ہوں گا"۔ خادم یہ جواب سُن کر لوٹ گیا اور خلیفہ سے عرض کر دیا۔ خلیفہ نے خادم سے

## آزادی

ایک امریکی اور رُوسی جمہوریت اور کمیونزم پر بحث کر رہے تھے۔ امریکی نے کہا کہ امریکہ میں اس قدر آزادی ہے کہ کوئی بھی شخص وائٹ ہاؤس کے سامنے صدر کینیڈی کو بُرا بھلا کہہ سکتا ہے۔ رُوسی نے جواب دیا کہ روس میں اس قدر آزادی ہے کہ ہر شخص کریملن کے سامنے کھڑا ہو کر صدر کینیڈی کو گالیاں نکال سکتا ہے۔ (مرسلہ: محمد رفیق عابد)

[1] "علمائے سلف" از حبیب الرحمٰن خان شیروانی صفحہ ۳۰

دریافت کیا کہ وہاں کونسے حکماء بیٹھے ہوئے تھے؟ خادم نے جواب دیا کہ "وہاں تو کوئی بھی نہ تھا۔" اس پر خلیفہ نے سخت برافروختہ ہو کر فرمایا۔ جاؤ وہ جس حالت میں بھی ہوں اُن کو ابھی لاؤ"۔ چنانچہ جب وہ حاضر ہوئے تو خلیفہ نے دریافت کیا۔ وہ کون علماء تھے جو آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ اُنہوں نے جواب میں یہ اشعار پڑھے:-

لنا جلساء ما نملُّ حدیثهم
امینون مامون غیباً و مشهد
یُفیدوننا من علمهم علم ما مضیٰ
و رأیاً و تادیباً و مجداً و سؤددا
فان قلتَ اموات فلم تعدُ امرهم
وان قلتَ احیاءً فلستَ مفنّدا

یعنی ہمارے ایسے ہم جلیس و ندیم ہیں جن کی باتیں سُننے کا ہمیں اشتیاق ہے جو غائبانہ اور موجودگی میں امانت دار اور متین ہیں۔ وہ اپنے علم سے قدماء کے علم سے ہمیں مستفید کرتے ہیں نیز اپنی رائے، ادب اور بزرگی بھی۔ پس اگر آپ ان کو مُردہ کہیں تو آپ اُن کے حال سے بے خبر ہیں اور اگر مَیں نے اُن کو زندہ کہا ہے تو مَیں نے غلطی نہیں کی۔

خلیفہ سمجھ گیا کہ ان کا اشارہ کتابوں کی طرف ہے چنانچہ اُن پر کوئی مؤاخذہ نہ کیا۔[1]

امام ابن شہاب زہری کو مطالعہ کتب میں اس قدر استغراق تھا کہ دنیوی کاموں کو چھوڑ کر شب و روز کتابوں کا ڈھیر اپنے گرد لگائے رہا کرتے تھے۔ ایک دن اُن کی بیوی نے تنگ آکر کہا۔ واللہ هٰذه اشدُّ علیَّ من ثلاثة الضرائر۔ یعنی بخدا یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں۔[2]

ابو السعید السکری جنہوں نے کتابوں کا ایک معقول ذخیرہ جمع کر رکھا تھا۔ ان کے متعلق یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ "انہیں مطالعہ کتب میں اس قدر انہماک تھا کہ لوگوں سے ملاقات کے وقت بھی کتاب ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹتی تھی"۔[3]

بعض اربابِ علم کو مطالعہ کتب کا اس قدر شوق تھا کہ وہ حالتِ سفر میں بھی اپنا کتب خانہ ساتھ لئے پھرتے تھے۔ موجودہ تہذیب "گشتی کتب خانوں" کے قیام پر نازاں ہے حالانکہ اس کے آثار بھی مسلمانوں ہی کے ہاں ملتے ہیں۔ چنانچہ خاندان بُویہ کے وزیر صاحب اسمٰعیل بن عباد کی نسبت مشہور ہے کہ وہ

---

[1] الفخری ص ۱
[2] الوافعہ ادجلد ۱ ص ۲۰۳۔ [3] معجم الادباء جلد ۲ ص ۳۴۳

حالتِ سفر میں اپنے ساتھ چار سو اونٹوں کا بوجھ کتابیں ہر وقت رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ امیر نوح بن منصور سامانی والئ خراسان نے اُس کو وزارت کے لئے طلب کیا مگر اُنہوں نے کئی عذر پیش کئے۔ منجملہ ان کا ایک عذر یہ بھی تھا کہ میرے پاس اتنا بڑا کتب خانہ ہے جو چار سو اونٹوں پر لادا جا سکتا ہے اور اتنا بوجھ اُٹھوا کر میں وہاں آنے سے معذور ہوں۔[۱]

تیسری صدی کا نامور ادیب جاحظ کتابوں کا اس قدر شیدائی تھا کہ جب تک کسی کتاب کو ختم نہ کر لیتا اُس وقت تک ہاتھ سے نہ چھوڑتا۔ بلکہ اس کام کے لئے وہ کتب فروشوں کو کرایہ دے کر اُن کی دکانوں پر بیٹھا کرتا تھا۔[۲] کتابوں کا یہ سچا عاشق اور شیدائی انہی کتابوں کے نیچے آکر مر گیا ہوا یوں کہ ایک دن وہ کتابوں کی دیوار کھڑی کر کے انہیں کتب کے جھرمٹ میں مصروفِ مطالعہ تھا کہ اچانک کتابیں اس عاشقِ کتب پر گریں اور اُن کے بوجھ سے اس کی موت واقع ہو گئی۔[۳]

فتح بن خاقان وزیر المتوکل عباسی کے متعلق ابن کریم کا بیان ہے :-

"جب وہ خلیفہ کے حضور بیٹھتا اور جب خلیفہ قضائے حاجت کے لئے باہر جاتا تو یہ اپنے موزے یا آستین میں سے ایک چھوٹی سی کتاب نکال کر خلیفہ کی واپسی تک مطالعہ کرتا رہتا اور پھر موزہ میں رکھ لیتا۔ یہاں تک کہ بیت الخلاء میں بھی وہ کتابوں کا مطالعہ کرتا رہتا تھا"[۴]

اسی طرح قاضی اسمٰعیل بن اسحاق کی نسبت فرماتے ہیں :-

## تاریخ کا حافظ

نوّے برس کی عمر میں چین کے ایک باشندے "فوشنگ" کو چینی تاریخ کی سو جلدیں لفظ بلفظ یاد تھیں اور اُس کی اس یادداشت نے چین کو اپنی تاریخ سے محروم نہ ہونے دیا کیونکہ ایک چینی شہنشاہ ہوانگ تی نے پہلے بادشاہ کی چینی تاریخ کے متعلق تمام کتابیں ضائع کر دی تھیں تاکہ چینی تاریخ اُس سے شروع ہو مگر ایسا نہ ہو سکا کیونکہ فوشنگ نے ۲۲ سال بعد تاریخ کی یہ کتابیں لفظ بہ لفظ دوبارہ لکھوا دیں۔

(مرسلہ :- عبد الرب غیرت - شیخوپورہ)

---

[۱] معجم الادباء جلد ۲ صفحہ ۳۱۵ ، [۲] الفہرست صفحہ ۱۶۹
[۳] الفہرست صفحہ ۲۱۵ ؛
[۴] الفہرست لابن ندیم صفحہ ۱۶۹ ؛

"فَاِنِّی مَا دَخَلْتُ اِلَیْہِ
اِلَّا رَأَیْتُہٗ یَنظُرُ فِی کِتَابٍ
او یقلب کتباً او ینفضھا"[۱]۔
یعنی میں نے اُن کو جب بھی
دیکھا اِسی حالت میں پایا کہ یا تو
وہ کسی کتاب کو الٹ پلٹ رہے
ہیں یا اُس کو جھاڑ رہے ہیں۔

کتابوں کے ان عشاق نے بڑی محنت اور صرف کثیر سے کتب فراہم کی تھیں۔ سلاطین اسلام میں سب سے پہلے جس نے کتابیں جمع کر کے کتب خانہ قائم کیا وہ خالد بن یزید بن معاویہؓ اموی تھا۔ یہ خود بھی صاحب تصانیف تھا۔ ابن الندیم نے اس کی کتابیں کتاب الحرارت، کتاب الصحیفۃ الکبیر، کتاب الصحیفۃ الصغیر، کتاب وصیۃ الی ابنہ فی الصنعۃ دیکھی تھیں[۲]۔

خالد بن یزید نے دمشق میں اس کتب خانہ کی بنیاد ڈالی تھی جس کے ساتھ طب و کیمیا کی کتابوں کو یونانی اور قبطی زبانوں سے تراجم کرانے کے لئے ایک دار الترجمہ بھی قائم کیا گیا تھا اور مسیحی عالم بشپ اصطفن کو اس کا افسر مقرر کیا گیا تھا۔ موجودہ زمانہ میں جامع اموی (دمشق) کے قبہ میں کچھ مشہور کتابیں اور اوراق سریانی، عبرانی اور عربی زبانوں میں چمڑے پر

لکھے ہوئے پائے گئے تھے جو جرمنی لے جائے گئے اور بعض اُن میں سے دمشق کے عجائب خانہ متحف السودی میں محفوظ ہیں[۱]۔

فرمانروایانِ اسلام میں خالد کے بعد دوسرا نمبر ہارون الرشید عباسی کا ہے جس نے بغداد میں یونانی علوم کے بیش بہا خزانے جمع کئے اور اس کے بعد اس کے جانشین مامون نے اس کو بہت ترقی دی۔ اس کے بعد امراء اور اہل دول کو فراہمی کتب کا شوق اس قدر دامنگیر ہوا کہ کتابوں سے اُن کے قصر و ایوان تک بھر گئے۔ امرائے اسلام کے فراہمی کتب کے حالات تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں جو ان کے ذوقِ علمی اور کتابوں سے سچی محبت کی غمازی کرتے ہیں۔

ان کی تفاصیل کی یہاں گنجائش نہیں صرف چند ایک کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے:۔

(۱) خاقان جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے ایک عظیم الشان کتب خانے کا مالک تھا اس کتب خانے سے فصحائے عرب اور کوفہ و بصرہ کے علماء استفادہ کے لئے بغداد جایا کرتے تھے۔

ابو صفان کہتے ہیں:۔

"میں نے جاحظ ابن خاقان اور قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق سے بڑھ کر کسی کو کتابوں کا دلدادہ نہیں پایا"[۳]۔

---

[۱] الفہرست لابن الندیم صفحہ ۱۲۹
[۲] " " صفحہ ۴۹۷

[۱] محاضرات المجمع العلمی العربی جلد اول صفحہ ۱۵۹
[۲] فہرست لابن الندیم صفحہ ۱۲۹

(۲) ابو نصر سابور بن اردشیر وزیر بہاء الدولہ بویہی نے کرخ بغداد کے محلہ "بین السورین" میں ایک کتب خانہ قائم کر کے وقف کیا تھا۔ اس کی نسبت یاقوت حموی کا بیان ہے کہ دنیا میں اس سے بہتر کتب خانہ نہ ہوگا۔ اس کی تمام کتابیں معتبر ائمہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں[1]

(۳) مشہور وزیر ابن العلقمی (موید الدین ابو طالب محمد بن احمد المتوفی ۶۵۶ھ) نے نفیس کتابوں کی ایک کثیر تعداد جمع کر رکھی تھی۔ خود بھی بڑے عالم و فاضل اور خوشنویس تھے۔ ان کے صاحبزادہ ابو القاسم علی کہتے ہیں "اشتملت خزانته علی عشرة آلاف مجلد من نفائس الکتب۔ کہ ان کے والد کے کتب خانہ میں نفیس ترین کتابوں کی دس ہزار جلدیں تھیں

ابن العلقمی نے اپنے اس بے نظیر کتب خانے کو ۶۴۴ھ میں اپنے محل سے دار الوزارت میں منتقل کر دیا تھا جس سے اس کا فائدہ عام ہوگیا تھا۔ وقتاً فوقتاً اس میں اور بھی علوم و فنون کی کتابوں کا اضافہ ہوتا رہا۔

امام حسن بن محمد الصاغانی لاہوری خود بڑے پائے کے عالم تھے، انہوں نے بے شمار کتابیں تالیف کیں۔ انہیں مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ لغت میں آپ کا قول حرفِ آخر ہونے کے باوجود آپ کا مطالعہ ہمیشہ آپ کے علم میں اضافہ کرتا رہا۔ تالیف و تصنیف کا یہ مشغلہ آخر عمر تک جاری رہا۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتاب "العباب الزاخر" کی تالیف کے وقت لفظ بکم لکھا تھا کہ انتقال ہوگیا۔ آپ کے بارہ میں سید مرتضیٰ الزبیدی تاج العروس میں لکھتے ہیں:۔

"شیخ اجل، فاضل، زاہد، امین
اور حرم اللہ (مکہ) کی پناہ طالب رضی الدین
حسن بن محمد بن حسن الصاغانی اللہ تعالیٰ
انہیں اپنی رحمت کے سایہ میں رکھے
جب اپنی تالیف کردہ کتاب العباب
الزاخر میں اس جگہ (بکم) تک
پہنچے تو موت نے انہیں چھین لیا اور
کتاب نا تمام رہ گئی۔ حکم و فیصلہ
بس اسی خدائے بزرگ و برتر کا
جاری و ساری ہے"[2]

امام صغانی لغت عرب کے امام تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب "العباب الزاخر" میں عربی لغت نویسوں کی اغلاط کی تصحیح کی ہے اور ان کی بہت سی غلطیوں کی نشان دہی کی ہے۔

افسوس ہے کہ یہ نفیس و نادر کتاب تاحال زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوسکی، تاہم قلمی شکل میں

---

[1] معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۳۴۲

[2] تاج العروس - مادہ بکم

محفوظ ہے۔ دیکھیں اس کی اشاعت کی نوبت کب آتی ہے۔ اس کی ایک "روٹو گراف کاپی" اسلامک انسٹی ٹیوٹ آف ریسرچ کراچی میں موجود ہے۔

ساتویں صدی ہجری کے وسط میں امین الدولہ ابوالحسن بن الغزال جو بیرام شاہ عزیزالدین سلجوقی کا وزیر تھا کتابیں جمع کرنے کا بے حد شوقین تھا۔ تمام علوم کی کتابوں کی ایک کثیر تعداد اس نے جمع کر لی تھی اور کاتب ہمیشہ اس کے لئے کتابیں نقل کیا کرتے تھے[1]

اب تک جتنی مثالیں بیان ہو چکی ہیں یہ سب مشرق کی ہیں لیکن مغرب میں بھی اُمراء اور اہلِ دُوَل نے کتابیں جمع کرنے کی طرف کچھ کم سرگرمی نہیں دکھائی اُندلس میں عظیم الشان کتب خانے قائم ہوئے۔ جو تشنگانِ علوم کی سیرابی کا باعث تھے۔

بہرحال کتب خانوں کے کاموں میں پہلا اہم اور ضروری کام فراہمی کتب ہے اور اسی پر اُن کی توسیع و ترقی کا دارومدار ہے۔ ہم نے اجمال سے مسلمانوں کے فراہمی کتب کے شوق کا تذکرہ کیا ہے اس ضمن میں یہ امر نہ بھولیئے کہ یہ وہ وقت تھا جب صنعتِ کاغذ سازی اور فنِ طباعت کو ترقی نہ ہوئی تھی۔ طباعت و اشاعت اور رسل و رسائل کی سہولتیں ناپید تھیں۔ کتابیں کمیاب اور نایاب تھیں اور اُن کے حصول کے لئے بڑی جدوجہد کی ضرورت ہوتی تھی۔ ابن المقری نے ابن الفضافہ کے ایک نسخہ کی خاطر ستر منزل یعنی ۴۹۰ میل سفر کیا تھا[2]

اور آپ جانتے ہیں کہ یہ سفر بھی سقر کا نمونہ تھا مگر فراہمی کتب کا شوق ان لوگوں کو سفر کی صعوبتوں سے بے نیاز کر دیتا اور وہ ان مصائب و آلام کی پرواہ کئے بغیر مجنونانہ کتابوں کے حصول کی کوشش کرتے۔ فراہمی کتب کے سلسلہ میں بھی باقاعدہ ایک نظام قائم تھا۔ کتابوں کی فراہمی کے وسائل حسب ذیل تھے :۔

- بادشاہوں کے پاس ہدایا اور تحائف کی صورت میں کتابیں آتی تھیں۔
- تجار سے کتابیں خریدی جاتی تھیں۔
- کتابیں مستعار لے کر کاتبوں سے نقل کرائی جاتی تھیں۔
- فتوحات کے موقعوں پر کتابیں بطور مالِ غنیمت دستیاب ہوتی تھیں۔
- مختلف ممالک کے سفیر و سیاح اپنے ملک کی کتابیں لاتے اور تبادلہ میں کتابیں لے جاتے تھے۔
- حاجیوں کے ذریعہ کتابیں منگائی جاتی تھیں

بہرحال کتابوں کی فراہمی کا ایک نظام قائم تھا اور اس سلسلہ میں بے انتہا روپیہ صرف کیا جاتا

---

[1] طبقات الاطبار جلد ۲ ص ۲۳۶

[2] علمائے سلف ص ۵۰ (از حبیب الرحمٰن خان شیروانی)

تھا۔ کتابوں کی تلاش و جستجو کے لئے مختلف ممالک میں گماشتے مقرر کئے جاتے تھے جنہیں ہر قیمت پر کتابیں خریدنے کی اجازت تھی۔

اسلامی ممالک میں کتابوں کا جو احترام کیا جاتا تھا اُس کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ جنگ کی خونریزیاں اور فتح و نصرت کی شادمانیاں بھی اس احترام پر غالب نہ آتی تھیں۔ مسلمانوں کی فتوحات کتابوں کے حق میں رحمت ثابت ہوتیں۔ جب مالِ غنیمت میں کتابیں ملتیں تو انہیں بصد احترام کتب خانوں میں محفوظ کر دیا جاتا اور تراجم کروا کر ان کی قدر و قیمت بڑھائی جاتی تھی۔ اس طرح ہر علم و فن کی بہترین کتابیں اسلامی کتب خانوں کی زینت بنتیں۔

اللہ کرے کہ ہمیں بھی کتاب سے اسی قسم کا عشق نصیب ہو اور ہمیں زیادہ سے زیادہ کتب کا مطالعہ کرنے کی توفیق ملے۔ آمین ۔



## رشتے اُلفت کے بنائے رکھنا

دل کی بستی ہے بسائے رکھنا
دیپ آنکھوں میں جلائے رکھنا

رُوحِ فطرت کا اشارہ دیکھو
رشتے اُلفت کے بنائے رکھنا

اُن کے دیدار سے راتیں روشن
"خواب آنکھوں میں سجائے رکھنا"

دل ہے دیپ، محبّت روغن
عشق، فانوس، جلائے رکھنا

جاگ اُٹھا ہے زمانہ جاگو
کوئی فتنہ نہ جگائے رکھنا

رَوح و ریحان، شمیمِ اُلفت
میرے گلشن میں بسائے رکھنا

اپنے محبوب کے صدقے مولیٰ
اپنا محبوب بنائے رکھنا

(جناب شیخ عبد القادر۔ لاہور)

# داغ کی زبان اور اندازِ بیان

(جناب مسعود احمد خان دہلوی - ربوہ)

دبیر الدولہ، ناظم یار جنگ، جہاں استاد، بلبلِ ہندوستان، نواب فصیح الملک جناب داغ دہلوی مرحوم اپنی نہایت وجیہہ اور پُر وقار شخصیت کے باوجود خود حسین نہ تھے لیکن تھے بلا کے حُسن پرست۔ یہی وجہ ہے اُن کی شاعری تمام تر حُسن ہی کے گرد گھومتی ہے۔ حُسنِ معشوق اُن کا خاص موضوع ہے۔ انہوں نے عشق کی گوناگوں کیفیات، حُسن کی دلفریبیوں اور دل آویزیوں یعنی نزاکت و بانکپن، ناز و نخرہ، انداز و ادا، شرم و حیا، اسی طرح عاشق کی جاں نثاری و وفا، معشوق کے جور و جفا، ہجر کی کلفتوں، وصل کی راحتوں، فلک کج رفتار کی ستم رانیوں، رقیبانِ رُوسیاہ کی ریشہ دوانیوں، گُل و بلبل کے فسانوں الغرض حُسن و عشق کے جملہ پہلوؤں کا اپنے اشعار میں بڑی عمدگی سے احاطہ کیا ہے اور اس میں بڑی ہی حسین خیال آفرینیوں اور جدت طرازیوں سے کام لیا ہے۔ اور پھر ہر شعر اور شعر کے ہر مصرعہ میں طنز و مزاح اور شوخی و شگفتگی کو اس طرح سمویا ہے کہ ہر پڑھنے والا محظوظ ہوئے اور خود اپنی طبیعت میں شگفتگی محسوس کئے بغیر نہیں رہتا۔ لیکن حُسن و عشق کی ان تمام رنگینیوں کے باوجود یہ بات اپنی جگہ کانٹے کی تول پوری اور سولہ آنے درست ہے کہ داغ حُسنِ معشوق سے کہیں زیادہ حُسنِ سخن کے دلدادہ تھے۔ چنانچہ خود کہتے ہیں ؎

حُسنِ معشوق سے بھی حُسنِ سخن ہے کمیاب
ایک ہوتی ہے ہزاروں میں طبیعت اچھی

حُسنِ سخن کی جان، زبان اور اندازِ بیان ہے۔ داغ زبان پر قدرت اور اندازِ بیان کی ندرت میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے اور غالباً اسی لیے وہ کہا کرتے تھے ؎

اُردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

اس میں کیا شک ہے داغ اُردو جانتے تھے اور ایسی جانتے تھے جیسا کہ جاننے کا حق ہے۔ اُردو پر انہیں کیوں عبور نہ ہوتا جبکہ یہ اُن کی گھٹی میں پڑی تھی۔ وہ اُن گودوں میں پلے بڑھے تھے جن گودوں میں اُردو کی روزمرہ نے پرورش پائی۔ بڑے ہو کر انہوں نے اپنے اشعار سے اُردو کو نکھارا اور اس حد تک نکھارا کہ خود اُن کی زبان سند

کا درجہ اختیار کر گئی۔ جو کچھ اُنہوں نے کہا، جس انداز سے کہا وہ سند مانا گیا اور اس کا تتبع دوسروں کے لئے لازم ٹھہرا۔ زباندانی کے اعتبار سے اپنی اس حیثیت کا اُنہیں خود احساس تھا۔ چنانچہ ایک موقع پر اُنہوں نے کہا ؎

کیوں داغ دہلوی کی زباں مستند نہ ہو
پیدا کیا خدا نے اسے تخت گاہ میں

اُنہیں دلی کی ٹکسالی زبان پر بے حد ناز تھا اور اُسے ہی وہ اصل اُردو گردانتے تھے۔ صرف اور صرف دلی والے اُن کی نگاہ میں اہل زباندان کہلانے کے مستحق تھے۔ اُن کے نزدیک دلی والوں کے سوا زبان میں دوسروں کا تصرف یا اختراع جائز ہی نہ تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں ؎

یہی اُردو ہے جو پہلے سے چلی آتی ہے
اہلِ دہلی نے اسے اور سے اب اور نہ کیا
مستند اہلِ زباں خاص ہیں دلی والے
اس میں غیروں کا تصرف نہیں مانا جاتا
جوہری نقدِ سخن کے ہیں پرکھنے والے
ہے وہ ٹکسال سے باہر جو کسوٹی پہ نہ چڑھا

اسی پر بس نہیں، ایک اور جگہ کہتے ہیں اور بڑے دھڑلے سے کہتے ہیں ؎

غیروں کا اختراع و تصرف غلط ہے داغ
اُردو ہی وہ نہیں جو ہماری زباں نہیں

دلی کی مخصوص زبان اور اس بارہ میں دلی والوں کی آن بان کے متعلق ان کے یہ دعاوی بعض اصحاب کے نزدیک محلِ نظر ہو سکتے ہیں کیونکہ بالخصوص اس زمانہ میں زبان پر اجارہ داری کسی کو زیب نہیں دیتی۔ بایں ہمہ اس میں ذرا کلام نہیں کہ داغ اپنے وقت میں بڑے پایہ کے زبان دان تھے اور فی الواقعہ اُن کا اندازِ بیان حسنِ سخن کی جان تھا۔ اس حقیقت پر خود اُن کا کلام شاہدِ ناطق ہے۔ زبان و بیان کی جو خوبیاں اُن کے کلام میں پائی جاتی ہیں انہیں اس دَور کے کسی اور شاعر کے کلام میں ڈھونڈنا سعی لاحاصل

## آپ کو جاننا چاہیئے

۱۔ کہ لندن دُنیا کا وہ شہر ہے جہاں زمین کی قیمت سب سے زیادہ ہے۔ ۱۹۷۳ء تک یہاں ایک مربع فٹ زمین کی قیمت چالیس ہزار روپے تھی۔

۲۔ گلیلیو ایک شہرہ آفاق سائنس دان ہی نہیں اعلیٰ درجہ کا شاعر بھی تھا۔ پیسا یونیورسٹی میں اُس کا پہلا لیکچر کسی سائنسی موضوع پر نہیں بلکہ دانتے کی شاعری پر ایک فاضلانہ تبصرہ تھا۔ اس کے علاوہ اُسے مصوری اور موسیقی میں بھی ملکہ حاصل تھا۔

(مرسلہ:۔ مبشر احمد طارق)

کے مترادف ہے۔ وہ تو خالص اُردو کے رسیا
تھے حتیٰ کہ اِس میں فارسی کی آمیزش بھی انہیں گوارا
نہ تھی۔ چنانچہ کہتے ہیں ؎

کہتے ہیں اسے زبانِ اُردو
جس میں نہ ہو رنگ فارسی کا

یہ حقیقت ہے کہ داغ کا کلام فارسی کی آمیزش
سے مبرّا ہے۔ وہ دِلّی کی ٹکسالی اور نہایت درجہ
شُستہ زبان کا ایک نادر نمونہ ہے۔ زبان و بیان
کی جو بے شمار خوبیاں اُن کے کلام میں پائی جاتی
ہیں اِس مختصر مضمون میں اُن سب کا احاطہ کرنا ممکن
نہیں البتّہ چند ایک کا ذکر کرتا ہوں وہ بھی اختصار
کے ساتھ۔

## مُحاورے استعمال کرنے کا مُحاورہ

داغ کی زبان اور اُن کے اندازِ بیان کی
ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ محاوروں میں
بات کرتے ہیں۔ اُن کا کوئی شعر نہیں جس میں کوئی
مُحاورہ نہ ہو۔ دراصل دِلّی کی ٹکسالی زبان بھی ہی
مُحاوروں پر مشتمل۔ مُحاوروں کی زبان گرامر کے
اصول و قواعد سے آزاد ہوتی ہے۔ اسے جانچنے
اور پرکھنے کا ایک ہی معیار ہوتا ہے اور وہ یہ کہ
اہلِ زبان اُس مُحاورے کو کس طرح ادا کرتے ہیں۔
جو کچھ اہلِ زبان کی زبان سے نکلا وہی سند شمار
ہوُا اور مستند کہلایا۔ مُحاوروں کے استعمال کا جو
مُحاورہ داغ کو تھا وہ اُن کے ہم عصروں میں سے

## اکسیر احمر

ایسے لوگ اکثر اکسیر احمر کے حکم میں ہیں
جو صدق دل سے ایمان اور حق کے لئے جان بھی
فدا کر دیتے ہیں اور زن و فرزند کی کچھ بھی پرواہ
نہیں کرتے۔ (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶)

کسی کو نصیب نہ ہوُا۔ اُن کے دیوان میں جتنے شعر
اتنے نہیں اُن سے سوا مُحاورے ہیں اس لئے کہ
وہ ایک ایک شعر ہی نہیں بلکہ بعض اوقات ایک
ایک مصرعہ میں کئی کئی مُحاورے استعمال کر جاتے
ہیں۔ مثال کے طور پر مَیں اُن کے بعض اشعار پیش
کرتا ہوں۔ اِن اشعار کے انتخاب میں مَیں نے اُردو
زبان کے ایک خاص لفظ کو ملحوظ رکھا ہے۔ قبل
اس کے کہ مَیں وہ منتخب اشعار پیش کروں، اُس
خاص لفظ اور بلحاظ معانی اُس کی وسعت پر روشنی
ڈالنا ضروری ہے۔

جہاں تک مُحاورات کا تعلق ہے اُن میں
ہمیں ایک عجیب اصول کارفرما نظر آتا ہے۔ وہ
اصول یہ ہے کہ بعض مُحاورے کسی نہ کسی لفظ کے گرد
گھومتے ہیں۔ لفظ ایک ہی ہوتا ہے لیکن بہت سے
مُحاورات اس کی کوکھ سے جنم لے کر زبان زدِ عام
ہو جاتے ہیں۔ وہ لفظ جسے مَیں نے منتخب کیا ہے

ایک چھوٹا سا سہ حرفی لفظ ہے۔ اسے ہم بکثرت بولتے ہیں لیکن بالعموم ہمیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ چھوٹا سا لفظ بے شمار محاورات کو جنم دینے کا موجب بنا ہے۔ وہ لفظ ب۔ ا۔ ت سے مرکب سے بنا ہے یعنی وہ سہ حرفی لفظ ہے **بات**۔

بات کا لفظ بظاہر اُس کلمہ یا قول پر بولا جاتا ہے جسے ہم اپنی زبان سے ادا کریں۔ لیکن ماہرین لغت نے اس چھوٹے سے لفظ کے کم و بیش ساٹھ معنے لکھے ہیں۔ پھر اس سے جو محاورے بنتے ہیں اُن کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے۔ داغ کی یہ ایک بہت بڑی خوبی ہے کہ انہوں نے ان اشعار میں اُن محاوروں کو جو "بات" کے لفظ سے نکلے ہیں یا اس لفظ کے گرد گھومتے ہیں اِس کثرت سے استعمال کیا ہے کہ کوئی لغت نویس بھی ان سب کا احاطہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے۔ داغ کے ان اشعار میں "بات" کے لفظ سے جنم لینے والے محاورے نگینہ کی طرح جڑے ہوئے ہیں اور ہر پڑھنے والا ان کے مختلف النوع معانی کو از خود بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ شعر خود بتا دیتا ہے کہ یہاں "بات" سے مراد منہ سے نکلے ہوئے کلمات نہیں بلکہ کچھ اور ہے۔ پہلے داغ کی ایک غزل کے چند اشعار سنیئے اور دیکھئے انہوں نے "بات" کے لفظ سے ہر بار ایک نئے مفہوم کو کس خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔ کہتے ہیں ۔

(۱) نہیں سنتے وہ اب ہماری بات
پہنچ ہے بن آئے کی ہے ساری بات

## دیانت بڑی یا عقل

ایک دیانت دار انگریز اپنے بچے کے ہمراہ ٹرین میں سفر کر رہا تھا کہ اچانک اُٹھا اور زنجیر کھینچ دی۔ ٹرین رُک گئی اور گارڈ بھاگا بھاگا آیا اور پوچھا کہ زنجیر آپ نے کھینچی ہے؟ مسافر نے جواب دیا "ہاں!" "مگر کیوں؟" گارڈ نے جلدی سے پوچھا انگریز مسافر نے جیب سے کچھ پیسے نکالے اور گارڈ کو دیتے ہوئے کہا "میرا بیٹا تین سال کا ہو گیا ہے اور اب مجھ پر واجب ہے کہ اس کے ٹکٹ کے پیسے ادا کروں۔" (مرسلہ: محمد رفیق عابد)

پہلے مصرعہ میں "بات نہ سننا" توجہ نہ دینے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور دوسرے مصرعہ میں "ساری بات" کے الفاظ "اصل وجہ" کے مفہوم کو ادا کر رہے ہیں۔ شعر میں مضمون یہ بیان ہوا ہے کہ اب وہ ہماری طرف کوئی توجہ ہی نہیں کرتے۔ اس تغافل کی اصل وجہ یہ ہے کہ پہلے ہم ہی ہم اُن کے چاہنے والے تھے۔ اب اُن کے بھاگ جاگ اُٹھے ہیں اور چاہنے والے اور بہت سے پیدا ہو گئے ہیں اِسلئے اب وہ ہمیں کیوں خاطر میں لائیں۔

(۲) دو دو باتیں ہوئی تھیں واعظ سے
رکھ لی اللہ نے ہماری بات

پہلے مصرعہ میں "دو دو باتیں ہونے" سے

مراد بحث و تکرار ہے اور دوسرے مصرعہ میں "بات" سے مراد عزت ہے۔ یعنی واعظ سے بحث چل نکلی تھی لیکن خدا نے عزت رکھ لی اور ہم ہی اُس پر ور رہے۔

(۳) دل دہلتا ہے مجھ سے دشمن کا
کہ دلیروں کی ہے کراری بات

اس شعر میں "بات" کا لفظ "رعب" کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور مراد یہ ہے کہ دشمن مجھ سے کیوں خوف نہ کھائے جبکہ میں دلیر ہوں اور وہ بزدل۔ دلیر کا تو رعب ہی اتنا ہوتا ہے کہ بزدل اس سے خوف کھائے بغیر نہیں رہتا۔

(۴) کھیل ہے امتحاں ترے آگے
میرے آگے ہے جاں نثاری بات

اس شعر میں "بات" کا لفظ داغ نے "کھیل" کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ یعنی محبوب عاشق کا امتحان لینے اور اسے آزمائش میں ڈالنے کو ایک کھیل سمجھتا ہے اس کے بالمقابل عاشق کے نزدیک جان نثار کر دینا کھیل ہے۔ وہ محبوب کی خاطر ہنستا کھیلتا جان قربان کر دیتا ہے۔

(۵) حال کہہ کر پلٹ گیا قاصد
خوب بگڑی ہوئی سنواری بات

"بات بگڑنا" معاملہ کے خراب ہونے کے معنوں میں آتا ہے اور "بات سنورنا" کسی معاملہ کے درست ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہوا کہ قاصد نے جب میرا حال محبوب کو جا کر سنایا اور اُس پر وہ بگڑا تو اُس نے جھٹ بات پلٹ دی۔ اس طرح اس نے کمال خوش اسلوبی سے بگڑتے ہوئے معاملہ کو سنبھال لیا۔

(۶) حشر میں کچھ نہ کچھ نکالے گی
میری شرم گناہگاری بات

اس شعر میں "بات" کا لفظ نتیجہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مراد یہ کہ مجھے اپنے گناہوں پر شرمندگی کا جو احساس دامنگیر ہے حشر کے روز اس کا کچھ نہ کچھ نتیجہ ضرور نکلے گا اور وہ نتیجہ یہی ہوگا کہ خدا تعالیٰ یہ دیکھ کر کہ میں اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوں مجھے بخش دے گا۔

(۷) خامشی میں ادا کریں مطلب
یہ تو ہے اُن کی اختیاری بات

یہاں "بات" سے مراد "فعل" ہے۔ ہر وہ فعل جس کا کرنا انسان کے اپنے اختیار میں ہو وہ اُس کی "اختیاری بات" کہلاتا ہے۔ گویا یہ امر اُن کے اختیار میں ہے کہ اگر وہ چاہیں تو ہونٹوں کو جنبش دیے اور مُنہ سے کچھ کہے بغیر آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنا مطلب ادا کر دیں۔

(۸) لُوٹ لیتی ہے داغ کے دل کو
تیری ہر ایک پیاری پیاری بات

صاف ظاہر ہے کہ اِس شعر میں "بات" کا لفظ "ادا" کے معنوں میں استعمال ہوا ہے کیونکہ باتیں نہیں بلکہ ادائیں دل لُوٹتی ہیں۔ باتوں سے تو دل جیتے جاتے ہیں۔

اب میں بعض متفرق اشعار پیش کرتا ہوں جن میں داغ نے "بات" کے لفظ کو ہر بار نئے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اگر وہ "بات" کی بجائے کوئی اور لفظ استعمال کرتے تو وہ تاثر پیدا نہ ہوتا جس کے یہ اشعار حامل ہیں۔ ہر شعر کے بعد صرف "بات" کے لفظ یا محاورہ کے معنی بیان کرنے پر ہی اکتفا کروں گا۔ داغ کہتے ہیں ؎

(۹) جب کہا میں نے کہ لو مرتا ہوں میں
بولے بسم اللہ اچھی بات ہے
"اچھی بات" بمعنی نیک ارادہ۔

(۱۰) دل کو صلاح کار بنا کر ہوئے خراب
دشمن وہی ہے جو بری بات کی صلاح
"بری بات" بمعنی برا کام۔

(۱۱) بعد مدت کے وہ آئے تو ملاقات ہوئی
مختصر قصہ ہوا آج بڑی بات ہوئی
"بڑی بات" سے مراد ایسی مراد یا آرزو ہے جس کے پورا ہونے کی بظاہر کوئی امید نہ ہو۔

(۱۲) شکوہ کے بدلے کیا شکوۂ ستم
پھر خفا ہیں کیا مزے کی بات ہے
"مزے کی بات سے داغ کا مطلب ہے زمانہ بھر سے نرالی ادا۔

(۱۳) بات کرنی بھی نہ آتی تھی تمہیں
یہ ہمارے سامنے کی بات ہے
"ہمارے سامنے کی بات ہے" یعنی ہم اس کے عینی شاہد ہیں۔

(۱۴) تھا سیدھا سادا ان کا چلن کل کی بات ہے
اب اینٹھے وہ پھرتے ہیں کس بانکپن کے ساتھ
"کل کی بات" — ماضی قریب میں ظہور پذیر ہونے والا واقعہ۔

(۱۵) پڑھتے ہیں شعر داغ کے وہ بات بات پر
کیا جانے بات کونسی اُن کے تحت میں ہے
پہلے مصرعہ میں "بات بات" سے مراد ہر موقع ہے۔
دوسرے مصرعہ میں "بات" کا لفظ — بمعنی — خوبی یا وصف استعمال ہوا ہے۔

(۱۶) سر بام جلوہ دکھاتے ہو سب کو
عجب بات ہے لن ترانی نہیں ہے
"عجب بات" — تعجب خیز امر

(۱۷) تم نہ شب کو آؤ گے یہ ہے یقیں آیا ہوا
تم نہ مانو گے مری یہ بات ہے مانی ہوئی
"مانی ہوئی بات" — قاعدہ کلیہ جو سب کے نزدیک مسلم ہوتا ہے۔

(۱۸) یہ بلا اظہار الفت کا جواب
آپ ایسے ہی تو ہیں کیا بات ہے
"کیا بات ہے" — سراسر جھوٹ ہے۔

(۱۹) اے داغ یہ کیا بات ہے ہم کو تو بتاؤ
رہتا ہے وہاں ذکر تمہارا کئی دن سے
"یہ کیا بات ہے" — اِس میں کیا بھید ہے۔

(۲۰) آدمیت سے علاقہ ہے نہ دُنیا کا مزا
پھر جہنم سے ہے کس بات میں جنت اچھی
"کس بات میں" — کس لحاظ سے۔

(۲۱) اب یہی ضد ہے کہ ہم قتل کریں گے تم کو
وہ تو ہر بات میں اپنا ہی کہا کرتے ہیں
"ہر بات میں" — ہر معاملہ میں

(۲۲) نوبت جنگ پہنچی ناصح سے
بڑھ گئی بحث باتوں باتوں میں
"باتوں باتوں میں" — بات کرتے کرتے۔ یکایک۔ فوراً۔

(۲۳) جب شبِ وصل اُن سے بات چلی
بات کی بات ہی میں رات چلی
"بات کی بات ہی میں رات چلی" — باتوں کا سلسلہ دراز ہو جانے کے باعث رات بیت گئی۔

(۲۴) آپ کی ہر بات میں یہ بات ہے!
چال ہے فقرہ ہے دم ہے گھات ہے
"بات میں بات ہونا" — زبان سے کچھ کہنا در پردہ مطلب کچھ اور ہونا۔

(۲۵) پکاؤ بات بھی داغ دل ہی دل میں تم
کھلے گا رازِ محبت تو غیر کھٹکیں گے
"بات پکانا" — ارادہ کو مضبوط کرنا۔

(۲۶) راز میرا عدو سے کہتے ہو
بات پچتی نہیں ذرا تم سے
"بات پچنا" — راز کو راز سمجھ کر اسے کسی حال میں افشا نہ کرنا۔

(۲۷) راز ہے پردہ نشیں کا مرے مُنہ کو سی دو
بات جب پھوٹ گئی پھر نہیں چھپتے دیکھی
"بات پھوٹنا" — دل کی بات زبان پر آنا

(۲۸) کہا کرے جو کوئی تم سے دوستی کی کبھی
تم اپنے کان میں وہ بات ڈالتے جاؤ
"اپنے کان میں بات ڈالنا" — بات سن کر اُس پر یقین نہ کرنا۔

(۲۹) مطلب میں ہمارے کچھ مطلب ہے تمہارا بھی
سمجھو تو سہی تم تو باتوں میں اُڑاتے ہو
"باتوں میں اُڑانا" — بڑی چالاکی کے ساتھ ٹالنا اور دوسرے کو پلّے نہ باندھنا۔

(۳۰) آپ نے میرے ستانے کے لئے
کونسی بات اُٹھا رکھی ہے
"بات اُٹھا رکھنا" — کمی یا کسر رہنے دینا

(۳۱) خدا کی شان ہے محفل میں تیری
عدو بھی ہم پہ باتیں چھانٹتے ہیں
"باتیں چھانٹنا" — طعنے دینا یا آوازے کسنا۔

(۳۲) پڑ گئے لینے کے دینے دل کو واپس مانگ کر
اور لیجے ہم کو اُلٹی بات دینی آ گئی
"بات دینی آ گئی" — اُلٹے ہم مجرم ثابت ہو گئے۔

(۳۳) میں نے اُن پر ڈھال دی جب بے وفا مجھ کو کہا
اِک مزا ہے اِس محل پہ بات دہرانے میں بھی

پہلے مصرعہ میں "بات" کا لفظ محذوف ہے۔

"دوسرے پہ بات ڈھالنا" ۔۔۔ دوسرے کا طعنہ اس انداز سے دُہرانا کہ طعنہ کی زد پلٹ کر اُس پر ہی پڑے یعنی صیّاد خود اپنے ہی دام میں آجائے۔

(۴۴) اُس نے مانی نہ کوئی میری بات
منّتیں کرکے بات بھی کھوئی

"بات کھونا" ۔۔۔ عزت گنوانا

(۴۵) دُنیا میں آبرو سے گزر جائے کوئی دن
سب کچھ رہا بشر کی اگر بات رہ گئی

"بات رہ گئی" ۔۔۔ عزت بحال رہی

(۴۶) ہم تو اشارہ فہم بھی ہیں زود فہم بھی
ملتے ہی بات تیرے دل کی پا گئے

"دل کی بات پا لینا" ۔۔۔ عندیہ بھانپ جانا

(۴۷) جانتا ہوں بری نہ مانیں گے
آ گئے ہیں وہ بات پر اپنی

"اپنی بات پر آنا" ۔۔۔ ضد اور ہٹ دھرمی پر اُتر آنا۔

بہرحال دکھانا یہ مقصود ہے کہ بات، اِک بات، اچھی بات، بُری بات، چھوٹی بات، بڑی بات، مزے کی بات، سامنے کی بات، آج کی بات، کل کی بات، لگتی لگاتی بات، کونسی بات، عجب بات، مانی ہوئی بات، ساری بات، کراری بات، اختیاری بات، پیاری بات، پیاری پیاری بات، دو دو باتیں، باتیں ہی باتیں، کیا بات ہے، یہ کیا بات ہے، کس بات میں، ہر بات میں، باتوں باتوں میں، بات میں بات، بات پکانا، بات پچنا، بات پھوٹنا، اپنے کان میں بات ڈالنا، دوسرے کے کان میں بات ڈالنا، بات رکھنا، بات بگاڑنا، بات بگڑنا، بات سنوارنا، بات سنورنا، بات نکالنا، بات میں سے بات نکالنا، بات اُٹھا رکھنا، باتیں چھانٹنا، باتوں میں اُڑانا، بات مُنہ پہ رکھنا، بات دینی آنا، دوسرے پر بات ڈھالنا، بات کھونا، بات رہنا، بات پانا، دل کی بات پانا، اپنی بات پر آنا، اور اسی قسم کے اور بہت سے محاورات ہیں جنہوں نے "بات" کی کوکھ سے جنم لیا ہے اور داغ نے قریب قریب اِن سب کو اپنے اشعار میں استعمال کرکے بڑی خوبصورتی سے واضح کر دکھایا کہ اِن کا محلِ استعمال کیا ہے اور یہ کن معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ دِلّی کی ٹکسالی زبان ان اور اِن جیسے دیگر الفاظ سے نکلنے والے لاتعداد محاورات سے ہی عبارت ہے۔ اور بلاشبہ داغ کو اس ٹکسالی زبان کے بولنے، لکھنے اور اس میں شعر کہنے میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ (باقی)

## آپ نے کیا پڑھا ہے؟

"خالد" خدام الاحمدیہ کا ترجمان ہے۔ آپ کی تخلیقات اس کی جان ہیں۔ اِس بار خالد میں آپ نے کیا چیز زیادہ دلچسپی سے پڑھی! براہِ کرم مطلع فرمائیے تاکہ ہم آپ کی آراء کی مدد سے خالد میں مزید اصلاح کر سکیں۔

(مدیر)

# ایک مکتوب

مکرم صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور کی دعاؤں اور آپ بزرگ بھائیوں کی تمناؤں کے نتیجہ میں یہ عاجز بالآخر مسقط پہنچ گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات کے روز سفر کرنے والوں کے لئے دُعا فرمائی ہوئی ہے۔ کچھ اتفاق ایسا ہوا کہ میرے افسران مجھے سوموار اور بدھ کو بھجوانے کی کوشش کرتے رہے لیکن جہاز پر سیٹ نہ مل سکی اور اللہ تعالیٰ نے اس طرح جمعرات کو میرے لئے سفر کے سامان پیدا فرما کر مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا وارث بنا دیا۔ الحمد للہ ثُمَّ الحمد للہ۔ میں ۱۹ر مارچ بروز جمعرات عازم سفر ہوا۔ سفر سے قبل میں نے کچھ صدقہ دیا اور دعا سے سفر کا آغاز کیا۔ جونہی جہاز زمین سے بلند ہونا شروع ہوا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل دُعا جو حضور بلندی پر چڑھتے وقت فرمایا کرتے تھے پڑھنی شروع کر دی:۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الشَّرَفُ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ وَلَکَ الْحَمْدُ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔

اے اللہ! ہر ایک بلندی پر تیرے ہی لئے عزت ہے اور ہر حال میں تیرے لئے ہی سب تعریف ہے۔

اس کے بعد جب جہاز پوری طرح بلند ہو چکا تو میں نے اور کئی دعائیں اپنی زبان میں کرنی شروع کر دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق سفر کے دوران مختلف دُعائیں کرتا رہا۔

ایئرپورٹ پر جہاز اُترنے کے لئے بلندی سے زمین کی طرف آنے لگا تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندی سے اُترنے کی مندرجہ ذیل مسنون دعائیں پڑھنا شروع کر دیں:۔

۱۔ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔

ہم رجوع کرنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے رب العزت کی تعریف کرنے والے ہیں۔

۲۔ تَوْبًا تَوْبًا لِرَبِّنَا اَوْبًا لَّا یُغَادِرُ عَلَیْنَا حُوْبًا۔

توبہ کرتے ہیں، اپنے رب العزت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ نہ چھوڑے وہ ہم پر کوئی گناہ۔

سفر ختم ہونے پر میں نے ایک نئے ملک اور
نئے شہر میں داخل ہونا تھا اس موقع پر میں نے نبی کرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل مسنون دعا پڑھی
جو حضور کسی بستی میں داخل ہوتے وقت فرمایا کرتے
تھے :-

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ
وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ
السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ
الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَ
رَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ فَاِنَّا
نَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ
وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَخَیْرَ مَا
فِیْھَا وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ
ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَشَرِّ اَھْلِھَا
وَشَرِّ مَا فِیْھَا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ
لَنَا فِیْھَا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا
وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ
صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا۔

اے اللہ تعالیٰ رب العزت
سات آسمانوں کے اور ان کے جن
پر وہ سایہ ڈالے ہوتے ہیں اور
رب العزت سات زمینوں کے
اور اس کے جس کو یہ اٹھائے ہوئی
ہے اور اے رب العزت شیطانوں
کے جن کو شیطانوں نے گمراہ کیا اور
رب العزت ہواؤں کے جن چیزوں
کو وہ بکھیرتی ہیں۔ ہم تجھ سے اس
بستی کی اور اس کے رہنے والوں کی
اور ہر اس چیز کی جو اس میں ہے
بھلائی مانگتے ہیں اور ہم تیری پناہ
مانگتے ہیں اس بستی کے شر سے اور
اس کے مکینوں کے شر سے جو اس
میں ہے۔ اے اللہ! ہمیں اس میں
برکت دے اور اے اللہ! ہمیں نصیب کر
اس میں رزق اور اس کے رہنے
والوں کے دلوں میں ہماری محبت
ڈال اور ہمارے دلوں میں یہاں
کے نیک لوگوں کی محبت ڈال۔
آمین

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری یہ سب دعائیں
محض اپنے فضل سے قبول فرمائے اور مجھے ہر
لحاظ سے کامیاب فرمائے۔ آمین

والسلام مع الاکرام
محتاج دعا۔ محمود مجیب اصغر

انور ندیم علوی ایڈووکیٹ نوابشاہ

سب ہی رشتہ توڑ کے جاتے اپنے اور بیگانے لوگ
اپنا آپ جلائیں پھر بھی پاگل ہیں دیوانے لوگ

سیرت کی پہچان کسے یاں صورت کے شیدائی ہیں
مے سے ان کو غرض نہیں بس دیکھتے ہیں پیمانے لوگ

میرے لب پر حق کا نعرہ کر گیا ان کو برہم اور
میں تو سولی چڑھ گیا لیکن پیار کی ریت نہ جانے لوگ

آج بظاہر بازی ہاری لیکن ہے یہ جیت ندیم
گلی گلی میں چھیڑیں گے کل میرے ہی افسانے لوگ

عبدالغنی قیصر
کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور

# زمین پر ظہورِ انسان

## قرآنی آیات کی روشنی میں سائنسی تحقیق!

جب انسان تہذیبی، تمدنی اور معاشرتی لحاظ سے کچھ مستحکم ہوا تو چار سُو پھیلے، صدیوں سے دعوتِ فکر دیتے ہوئے بے شمار مظاہرِ قدرت نے اسکی توجہ اپنی جانب مبذول کرالی۔ اس سلسلے میں جس چیز نے سب سے پہلے اس کے ذہن کو سوچ کے سمندر میں غلطاں کیا وہ خود اس کا اپنا وجود تھا۔ وہ سوچنے لگا — کیا انسان ہمیشہ سے اس زمین پر ہے؟ .... کیا زمین ہمیشہ سے موجود ہے؟ اور کیا یہ ہمیشہ سے ایسی ہی ہے جیسی کہ اب نظر آتی ہے؟ — غرض اس طرح کے بیشمار سوالات نے عقل سے بہرہ ور لوگوں کے ذہنوں میں ایک ہلچل مچا دی اور وہ بے چین و بے قرار ہو کر انکے جوابات کی جستجو میں لگ گئے — ایک طرف یہ عقلمند یعنی سائنسدان تحقیق و جستجو کی راہوں پر قدم مار رہے تھے تو دوسری طرف ہر دور میں پائے جانے والے "خواہ مخواہ" قسم کے لوگ دن رات اس پرچار میں مصروف تھے کہ دنیا ہمیشہ سے ہے .... وقت گزرنے کے ساتھ نظریات بھی بدلتے رہے — پھر ایک وقت ایسا آیا جب بہت کم لوگ اس نظریہ کے حامل رہ گئے کہ زمین ازل سے ہے۔ آئرلینڈ کے آرک بشپ اشر (USSHER) نے کہا کہ زمین ۴۰۰۴ قبل مسیح میں وجود میں آئی تھی — پھر یوں ہوا کہ ماہرینِ ارضیات (جیالوجسٹس) نے ثبوت اور دلائل کے ہتھیار سجا کر یہ اعلان کیا کہ نہ تو زمین ازل سے ہے اور نہ ہی ۴۰۰۴ قبل مسیح میں وجود میں آئی بلکہ آج سے پانچ بلین برس قبل اُس وقت وجود میں آئی جب خلاء کے ایک حصہ میں موجود سرد گیسیں کثیف (Condensed) ہوگئیں اور پھر ایک پگھلے ہوئے گاڑھے مادے کی صورت سے گزر کر ٹھوس شکل اختیار کر گئیں۔ اُس وقت کا درجہ حرارت اس قدر زیادہ تھا کہ کوئی گیس اس کی فضا میں آزاد حالت میں نہیں رہ سکتی تھی بلکہ دوسرے عناصرِ قدرت سے ملتی اور جدا ہوتی رہتی تھی۔ عنصر گیسوں کے اس طرح ملنے اور بکھرنے سے مرکب گیسیں وجود میں آگئیں۔ یہ وہ گیسیں تھیں جو اس وقت کی زمینی فضا بناتی تھیں۔ یہ گیسیں تھیں امونیا ($NH_3$)، میتھین ($CH_4$) اور آبی بخارات ($H_2O$) جو کہ سب سے زیادہ مقدار میں تھے۔ ان کے علاوہ ہائیڈروجن ($H_2$) کی کافی مقدار

پائی جاتی تھی مگر موجودہ فضا کی گیسیں مثلاً آکسیجن ($O_2$)، کاربن ڈائی اوکسائڈ ($CO_2$) اور نائٹروجن وغیرہ اس وقت ناپید تھیں۔ زمین شدید طوفانی بارشوں، بالائے بنفشی شعاعوں اور شدید ترین برقی طوفانوں میں گھری ہوئی تھی اور یہ سلسلہ کوئی دو بلین سال تک جاری رہا تھا۔ (بیالوجیکل سائنس۔ہارکوٹ، بریس اینڈ ورلڈ)

زمین کے ہمیشہ سے ہونے کا تصور ٹوٹا تو یہ امکان بھی ختم ہوا کہ زمین پر جو زندگی کی لہر بہر نظر آتی ہے وہ ہمیشہ سے ہے —— تو پھر یہ زندگی آئی کہاں سے؟ ..... جب کافی مغز ماری کے باوجود بھی سائنسدان اس سوال کا جواب تلاش نہ کر سکے تو مجبوراً یہ یقین کر لیا کہ زمین پر زندگی خلاء یا کسی دوسرے سیّارے سے آئی ہوگی۔ کچھ عرصہ تک تو یہ نظریہ قابلِ قبول رہا مگر پھر خلائی سائنس کی ترقی کے ساتھ ہی سراسر غلط ثابت ہونے پر ٹھکرا دیا گیا —— وجہ یہ ہے کہ خلاء میں زندگی بخش گیسوں اور دیگر ضروریاتِ زندگی کی غیر موجودگی اور مہلک ترین شعاعی بارشوں کی موجودگی کی وجہ سے وہاں زندگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا —— رہ گیا امکان کسی دوسرے سیّارے کا تو ممکن ہے کسی پر زندگی ہو مگر سوال پھر وہی ہے کہ آخر خلاء سے صحیح وسالم وہ زمین تک کیسے پہنچی؟ —— اور اگر بفرضِ محال یہاں بھی لیا جائے کہ وہ خلاء سے کسی نہ کسی طرح زندہ گزر آئی ہوگی تو اس کا کیا کیجے کہ زمین کے مدار میں داخل ہوتے وقت جاندار تو رہا ایک طرف پہاڑ سے بڑے بڑے

شہاب ثاقب بھی ہوا کی رگڑ سے جل کر راکھ ہو جاتے ہیں اور یہ کوئی قصہ کہانی نہیں بلکہ ہر ایک کا روزمرّہ کا مشاہدہ ہے ـــــ بہرحال خلائی سائنسدانوں نے کسی دوسرے سیّارے یا خلاء سے زندگی کے ٹپک پڑنے کے امکان کو غلط ثابت کر کے حیاتیاتی سائنسدانوں یعنی بیالوجسٹس پر تحقیق و تجربات کے دروازے پھر سے کھول دیئے ـــــ وقت گزرتا رہا مگر کسی بھی سمت سے امید کی کوئی کرن مہربان ہوتی نظر نہ آئی ـــــ پھر ایک دن یوں ہوا کہ بیسویں صدی کے عظیم نوبل پرائز یافتہ سائنسدان ہیرلڈ یورے (Harold Urey) جو شکاگو یونیورسٹی میں پڑھاتے تھے، کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ ابتدائی زمینی حالات کے زیرِ اثر نامیاتی مرکبات کے ارتقاء پر تحقیق کی جائے ـــــ ہیرلڈ یورے کی یہ تجویز اس کے ایک ہونہار شاگرد سٹینلے ملر (Stanley Miller) کو بہت پسند آئی اور وہ اپنے قابل استاد کی راہنمائی میں اس نہج پر تجربات میں مصروف ہو گئے ـــــ ایک تجربہ میں انہوں نے ابتدائی زمینی فضاء کی گیسوں کے ایک آمیزے کو جو بے رنگ محلول کی صورت میں تھا اور جس کا بیشتر حصہ پانی پر مشتمل تھا لیبارٹری میں مصنوعی طور پر پیدا کردہ ابتدائی زمینی حالات کے ماحول میں رکھ دیا ـــــ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ محلول کا رنگ بدلنے لگا اور ساتویں روز اس کا رنگ مکمل طور پر سرخ ہو چکا تھا ـــــ ملر نے اس محلول کا تجزیہ کیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس میں امائنو ایسڈز (Amino acids) کے مالیکیول موجود تھے۔

امائنو ایسڈ وہ اکائی ہے جس کے باہم ملاپ سے پروٹین مالیکیول بنتے ہیں۔ اور یہ بات کون نہیں جانتا کہ ہر جاندار کا جسم علاوہ دیگر بافتوں کے مختلف قسم کی پروٹینز ہی کا ایک حسین امتزاج ہے ـــــ ملر کے تجربہ سے گویا یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر جاندار کے جسم کی عمارت کی اکائی پانی میں یا پانی سے وجود میں آئی۔ یا یوں کہیئے کہ ہر جاندار کی ابتداء پانی سے ہوئی ـــــ آج بھی پانی زندگی کی بقاء کے لیے ایک انتہائی اہم چیز ہے اور اس کی اہمیّت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ انسانی جسم کا ستّر فیصد (70%) پانی پر مشتمل ہے ـــــ پس معلوم یہ ہوا کہ ہر جاندار کی طرح انسان کی پیدائش کا آغاز بھی پانی سے ہوا۔ اب آئیے اس تحقیق کو قرآن حکیم کی کسوٹی پر پرکھیں۔ خدا تعالیٰ اصولی طور پر فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ
هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ

..... (سورۃ الروم : ۵۹)

ترجمہ:۔ اور ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی حقیقتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔

جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ ہر جاندار کی ابتداء پانی سے گویا ثابت ہو چکی ہے اور جو چیز ثابت ہو جائے اُسے حقیقت کہتے ہیں۔ مندرجہ بالا آیت میں قرآن حکیم نے چونکہ ہر حقیقت کے بیان کا دعویٰ کیا ہے تو آئیے

دیکھیں کہ اس حقیقت کے بارے میں وہ کیا کہتا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے :۔

(۱) وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ٥

(سورۃ النور : ۴۶)

ترجمہ :۔ اور اللہ نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے پس کچھ تو ایسے ہیں جو اپنے پیٹ پر چلتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو (اپنے) دو پاؤں پر چلتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(۲) وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ٥

(سورۃ الفرقان : ۵۵)

ترجمہ :۔ اور وہ خدا ہی ہے جس نے پانی سے انسان بنایا پس اس کو کبھی تو نسب بنایا ہے اور کبھی سسرال۔ اور تیرا رب ہر چیز پر قادر ہے۔

(۳) وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَىْءٍ حَىٍّ ؕ (سورۃ الانبیاء : ۳۱)

ترجمہ :۔ اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو زندہ کیا ہے۔

(۴) وَهُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَىْءٍ ....

(سورۃ الانعام : ۱۰۰)

ترجمہ :۔ اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اُتارا ہے۔ پھر (دیکھو کس طرح) اس کے ذریعے سے ہم نے ہر ایک چیز کی روئیدگی پیدا کی ہے ....

کچھ مفسرین کا خیال ہے کہ مندرجہ بالا آیات میں پانی سے مراد نطفہ ہے۔ اس بات کا گمان انہیں یوں ہے کہ خدا ایک جگہ فرماتا ہے :۔

خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ٥ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ؕ

(سورۃ الطارق : ۸)

ترجمہ :۔ وہ (انسان) ایک اُچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ پانی یا انسان پیٹھ اور سینہ (کی ہڈیوں) کے درمیان سے نکلتا ہے۔

پہلی آیت میں اُچھلنے والے پانی کا ذکر ہے۔ بیشک اس سے نطفہ مراد لیا جا سکتا ہے مگر غور طلب بات یہ ہے

کہ وہ ابتدائی پانی جس سے امائنو ایسڈز پیدا ہوئے تھے شدتِ حرارت کی وجہ سے اُچھلتا ہُوا پانی ہی تھا۔ بہرحال فرض کیا کہ ہر عورت سے یہاں نطفہ ہی مراد ہے تو پھر غور کیجئے کہ خدا نے صرف پانی نہیں کہا بلکہ اسم صفت "اچھلنے والا" لگا کر اسے اُس پانی سے مختلف کر دیا ہے جس کا مذکورہ بالا چار آیات میں ذکر آیا ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت میں بھی خدا فرماتا ہے :۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝

(سورۃ المرسلات : ۲۱)

ترجمہ :۔ (اور ہم اُن سے کہیں گے کہ) کیا ہم نے تم کو ایک ذلیل پانی (نُطفہ) سے پیدا نہیں کیا؟

پس ثابت ہوا کہ جہاں پانی سے خدا کی مراد نُطفہ ہے وہاں صرف پانی نہیں کہا گیا بلکہ وہی نہ کوئی اسم صفت لگا دیا گیا ہے۔ چنانچہ ایسی آیات محض پانی یا دوسرے لفظوں میں حقیقی معنوں میں پانی سے پیدائشِ انسانی کو ظاہر کرنے والی آیات کے مفہوم کو متاثر نہیں کرتیں۔ اس سلسلے میں میں ایک دلچسپ دلیل پیش کرتا ہوں۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ ایک انسان تھے اور یہ بھی جانتے اور مانتے ہیں کہ اُن کی پیدائش میں نُطفہ کو دخل نہ تھا۔ چنانچہ اگر ہم مذکورہ آیات میں پانی سے مراد پانی نہ لیں تو نعوذ باللہ حضرت عیسیٰؑ انسانوں کے زمرے سے خارج ہو جاتے ہیں اور ایسا کر کے ہم اسلام کی خدمت کی بجائے اس سے

دشمنی یعنی عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہوں گے جسکی رُو سے حضرت عیسٰیؑ انسان نہ تھے بلکہ خدا کے بیٹے تھے حقیقت یہ ہے کہ جہاں خدا نے انسان کی پیدائش کو پانی سے بتایا ہے، وہاں آج کا انسان نہیں بلکہ انسان کے اس دَور کا ذکر ہے جب وہ پانی میں ابتدائی نامیاتی مالیکیولوں کی صورت میں ترقی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پس ثابت یہ ہوا کہ سائنس آج جو کچھ کہہ رہی ہے وہ قرآنِ حکیم ایک قدیم عرصے سے اپنے وعدہ کے مطابق کھول کھول کر بیان کر رہا ہے۔

بہرحال ملر کی شروع کی ہوئی کہانی ابھی تمام نہیں ہوئی۔ آیئے ایک بار پھر سائنس کی دُنیا میں چلیں۔ ۱۹۵۳ء میں ملر کا تجربہ سائنس میگزین میں شائع ہوا تو سائنسدانوں کو گویا منزل کی سمت راہنمائی مل گئی اور وہ اِدھر اُدھر ٹامک ٹوئیاں مارنے کی بجائے ملر کی متعین کردہ روش پر تجربات میں جُت گئے سن ۱۹۵۷ء میں میامی یونیورسٹی کے سڈنی فوکس (Sidney Fox) نے تقریباً بیس امائنو ایسڈز کے ایک آمیزہ کو نقطہ پگھلاؤ تک گرم کیا محلول کے ٹھنڈا ہونے پر جب انہوں نے اس کا تجزیہ کیا تو خوشی سے اُچھل پڑے۔ وہ ابتدائی زمینی حالات کے زیرِ اثر امائنو ایسڈز سے پروٹین کے مالیکیول تیار کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ تقریباً اُسی وقت کیلیفورنیا یونیورسٹی کے میلون کیلون (Melvin Kalvin) نے بالائے بنفشی شعاعوں کے زیرِ اثر ابتدائی زمینی گیسوں سے امائنو ایسڈز، شوگرز (Sugars) پیورینز (Purenes) پرمی میڈینز (Primidenes) اڈی نین (Adinine)،

گوانین (Guanine) رائبوز (Ribose) ڈی آکسی رائبوز (Deoxyribose) اور سب سے اہم چیز نیوکلیوٹائیڈز (Nucleotides) تیار کر لئے تھے ——— کامیابی پر کامیابی حاصل ہوتی رہی اور سائنسدان روز افزوں لگن اور تندہی سے تجربات و تحقیق کی دنیا میں گم رہے۔ کچھ عرصہ بعد میامی یونیورسٹی کے سڈنی فوکس نے رپورٹ دی کہ انہوں نے پری سیل سٹرکچر (Pre Cell Structure) تیار کر لیا ہے اسے پری سیل سٹرکچر اس لئے کہا گیا کہ دیکھنے میں تو یہ سیل تھا مگر نیوکلیئس کی عدم موجودگی کی وجہ سے ایک جاندار کی اہم ترین خصوصیت افزائش نسل کی قابلیت سے محروم تھا۔ اگر یہ ترقی کی ایک منزل اور طے کر لیتا اور اس میں DNA (ڈی آکسی رائبو کلئیک ایسڈ) پر مشتمل نیوکلئیس بن جاتا تو یہ ایک مکمل یک خلیہ جاندار ہوتا یا کم از کم آج کی دنیا کے سب سے چھوٹے جاندار وائرس (Virus) سے ضرور مشابہ ہوتا۔ بہرحال سڈنی فوکس تو ابتدائی زمینی حالات یا اپنے تجرباتی مادے میں کوئی ایسی تبدیلی نہ سوچ سکے جو اُن کے پری سیل سٹرکچر کو مکمل سیل میں تبدیل کر دیتی مگر آج کے سائنسدان ایسا کر چکے ہیں اور گزشتہ کچھ عرصہ کے اخبارات اسکے گواہ ہیں ——
تحقیق و تجربات کے ایک طویل سلسلہ کے بعد آج دنیا بھر کے سائنسدان جس نظریہ پر کچھ متفق نظر آتے ہیں اس کا لب لباب یہ ہے کہ ابتدائی زمینی گیسیں انتہائی شدید برقی کوندوں اور بالائے بنفشی شعاعوں کے زیر اثر مل گئیں جس کے نتیجے میں سادہ نامیاتی مرکبات مثلاً امائنو ایسڈز وغیرہ وجود میں آ گئے۔ پھر جیسے جیسے زمین سرد ہوتی گئی اس کا اوپری حصہ سرد ہوتا گیا۔ اسی دوران پانی کے بخارات ٹھنڈے ہو کر شدید بارشوں کی صورت میں اس پر برسنے لگے اور تقریباً دو بلین سال تک برستے رہے حتیٰ کہ سمندر، دریا، ندی نالے، جھیلیں اور تالاب وغیرہ بن گئے۔ ابتدائی نامیاتی مرکبات پانی کے ان ذخائر میں اکٹھے ہوئے اور پھر ان میں کیمیائی تعاملات کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا جس کے نتیجے میں یقینی طور پر ان گارا نما پانیوں کی رنگت تبدیل ہو کر سیاہی مائل ہو گئی ہو گی جیسا کہ آجکل بھی کھڑے پانیوں خاص طور پر نالی کے پانی کا رنگ جس میں نامیاتی مادے بکثرت ہوتے ہیں سیاہ ہو جاتا ہے۔ اُن گارا نما سیاہ پانیوں میں امائنو ایسڈز کے باہم ملنے سے مختلف پروٹینز جن کا اُوپر ذکر گزر چکا ہے وجود میں آئیں اور پھر کیچڑ کے انہی ذخائر میں مختلف پروٹینز کے ایک خاص امتزاج سے یک خلیہ جاندار پیدا ہو گئے۔ ان یک خلیہ جانداروں سے کثیر الخلیہ جاندار بنے پھر جوں جوں

زمینی ماحول اور کیفیت میں تبدیلی آتی گئی تو انہی کثیر الخلیہ جانداروں میں ترقی، ایڈاپٹیشن اور میوٹیشنز یا مختصراً یوں کہ ارتقاء کے طویل عمل کے بعد دورِ جدید کے پودے اور جاندار جن میں انسان بھی شامل ہے وجود میں آ گئے ــــــ پس یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ انسانی ارتقاء کا پہلا دور یک خلیہ جانداروں کی صورت میں ان گارا نما سیاہ پانیوں میں تھا جن کی ہیئت گویا تبدیل ہو چکی تھی یا مختصراً یوں کہیئے کہ انسانی پیدائش کا پہلا دور یا ابتدائی دور مٹی کا مرہونِ منت ہے۔ اب آئیے ایک مرتبہ پھر قرآن حکیم کی پُر معارف دنیا میں چلیں اور دیکھیں کہ اس سلسلہ میں اس کا کیا بیان ہے۔ فرمایا :۔

(۱) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝ (سورۃ الحجر: ۲۷)

ترجمہ :۔ اور انسان کو ہم نے آواز دینے والی مٹی سے یعنی سیاہ گارے سے جسکی ہیئت تبدیل ہو چکی تھی پیدا کیا۔

(۲) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ۝ (سورۃ المومنون: ۱۳)

ترجمہ :۔ اور انسان کو ہم نے گیلی مٹی کے خلاصہ سے بنایا ہے۔

(۳) هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ ... (سورۃ النجم: ۳۳)

ترجمہ :۔ وہ اس وقت سے تم کو جانتا ہے خوب جب اُس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور جب کہ تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں پوشیدہ تھے۔...

(۴) مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ (سورۃ طٰہٰ: ۵۶)

ترجمہ :۔ ہم نے اسی (زمین سے) تم کو پیدا کیا ہے اور اسی میں تم کو لوٹا دیں گے اور اسی میں سے تم کو دوسری دفعہ نکالیں گے۔

(۵) وَاللَّهُ أَنبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۝ (سورۃ نوح: ۱۸)

ترجمہ :۔ اور اللہ نے زمین سے تم کو پیدا کیا اور نشوونما بخشی۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ مندرجہ بالا آیات میں مٹی سے مراد انسان کی خاکی صفات ہیں۔ مجھے اس مفہوم سے اختلاف نہیں مگر دیکھا جائے تو ظاہری مفہوم بھی نہ صرف حقیقت سے دور نہیں معلوم ہوتا بلکہ سائنسی نظریہ سے مطابقت بھی رکھتا ہے۔ آیت نمبر ۱ تو واضح طور پر سائنسی

نظریہ کی تائید کرتی نظر آتی ہے۔ بقیہ آیات بھی واضح کرتی ہیں کہ اِن میں انسان کی اُس کیفیت کا ذکر ہے جب وہ گارا نما مٹی میں ارتقاء کے ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا۔ آیات نمبر ۴، ۵ میں مٹی کی بجائے زمین کا لفظ خاکی صفات کے مفہوم کی بجائے حقیقی مفہوم کے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے۔ آیت نمبر ۵ میں "نشوونما" کا لفظ ارتقائی مراحل کی طرف ایک اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ اور ذیل کی دو آیات سے تو مٹی سے پیدائشِ انسانی کے بارے میں کسی شک کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ خدا فرماتا ہے:-

(۱) وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا

(سورۃ فاطر : ۱۲)

ترجمہ :- اور اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے اس کے بعد نطفہ سے پھر جوڑوں کی صورت بنایا ہے۔

(۲) هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ... (سورۃ المؤمن : ۶۸)

ترجمہ :- وہی ہے جس نے (پہلے دور میں) تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر (دوسرے دور میں) نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر (اس نے) تم کو ایک بچہ بنا کر نکالتا ہے ......

گویا انسان کی ارتقائی پیدائش پر مہر تصدیق ثبت ہو گئی اور خدا نے نطفہ سے پیدائش انسانی کے آج کے دور سے پہلے مٹی سے پیدائش انسانی کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ ایک وقت میں مٹی انسانی پیدائش کے آغاز کیلئے

ایسی ہی ضروری رہ چکی ہے جیسا کہ آج کے انسان کی پیدائش کے لئے نطفہ۔۔۔ ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے :-

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ○

(سورۃ الروم : ۲۱)

ترجمہ :- اور اس کے نشانات میں سے ایک (نشان) یہ بھی ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس پیدائش کے نتیجہ میں تم بشر بن جاتے ہو اور (تمام زمین میں) پھیل جاتے ہو۔

یعنی خدا تعالیٰ نے اعلان کر دیا کہ مٹی سے پیدائش انسانی کوئی معمولی بات نہیں بلکہ ایک نشان ہے اور جس طرح خدا کا ہر نشان اپنے اندر اسرار و رموز کا ایک بیش بہا خزانہ پوشیدہ رکھتا ہے اسی طرح اس نشان کے پیچھے بھی کئی حقائق کارفرما ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ پیدائش انسانی میں پانی اور مٹی کو درحقیقت گہرا دخل ہے اور یہ بھی کہ قرآن حکیم میں پانی اور مٹی کے الفاظ بالترتیب نطفہ اور خاک کی صفات ہی کے لئے نہیں استعمال ہوئے بلکہ حقیقی معنوں میں بھی نہ صرف وزن رکھتے ہیں بلکہ سائنسی تحقیق بھی اس کے عین مطابق ہے ؛

(باقی اگلے شمارہ میں انشاء اللہ)

---

## مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی

# ستائیسویں سالانہ تربیتی کلاس کی اختتامی تقریب

### حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت اختتامی خطاب فرمایا اور دعا کرائی

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی پندرہ روزہ ستائیسویں سالانہ تربیتی کلاس مورخہ ۲۷/مئی ۱۹۸۱ء کو شام ۶½ بجے حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے اختتامی خطاب اور حضور کی اقتدا میں دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ الحمد للہ۔ اس کلاس کا افتتاح حضور کے ارشاد پر مکرم مولانا نذیر احمد صاحب مبشر نے ۲۴/اپریل ۱۹۸۱ء کو کیا تھا۔

یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اسی روز قریباً چار بجے سہ پہر اسلام آباد سے ربوہ تشریف لائے اور باوجود سفر کی کوفت کے چھ بجے شام ایوانِ محمود میں تشریف لا کر اختتامی اجلاس میں رونق افروز ہوئے۔ حضور نے اپنے بصیرت افروز خطاب میں خدام کو نصائح سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ قرآن ہماری ساری ضرورتیں پوری کرتا ہے اور اس میں ہر علم ہے۔ ہم قرآن کریم سے ہر روز ایسی برکت لے سکتے ہیں جو زندگی میں نورِ حُسن، قوتِ احسان اور بے لوث خدمت کا جذبہ پیدا کرنے والی ہو۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ کہہ کر تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ کسی کو مسلمان کا لقب تو عطا کرے لیکن اس کے ساتھ وہ قوتیں اور بشارتیں نہ دے جو ایک مسلمان کے لئے ضروری ہیں۔

. . . . . . . . . . . . . . . .

تربیتی کلاس میں گزشتہ سال ۴۷۵ مجالس کے ۴۹۳ نمائندہ خدام نے شرکت کی تھی جبکہ امسال ۴۲۶ مجالس کے ۶۴۹ نمائندہ خدام شامل ہوئے۔

تربیتی کلاس کا روزانہ پروگرام نماز تہجد سے شروع ہوتا رہا۔ نماز فجر کے بعد بالترتیب قرآن، حدیث اور کتب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا درس علمائے سلسلہ دیتے رہے۔ درس کے بعد اجتماعی ورزش ہوتی اور اس کے بعد طلباء ناشتہ کیلئے دارالضیافت جاتے۔ سوا سات بجے حاضری کے بعد تعلیمی پروگرام شروع ہوتا جس میں قرآن کریم، فقہ، کلام، ردِّ عیسائیت، قواعد عربی کے مضامین پڑھائے جاتے نیز روزانہ صحت و صفائی سے متعلق پندرہ منٹ تک احادیث بیان کی جاتی رہیں۔ اس مقررہ نصاب کے علاوہ حفظِ قرآن اور مقررہ کتب سلسلہ کا طلباء نے خود مطالعہ کیا۔ طلباء کو روزانہ مشق تقاریر کا موقع دیا جاتا رہا اور آخر میں تقریری مقابلہ

---

بھی کرایا گیا۔ نماز عصر کے بعد روزانہ نصف گھنٹہ تک علمائے سلسلہ کی تقاریر کا دلچسپ اور مفید پروگرام ہوتا رہا۔ اس کے بعد کھیل ہوتی۔ چنانچہ شعبہ کھیل کی طرف سے فٹ بال، رسہ کشی، کبڈی، باڑی اور والی بال کھیلنے کا انتظام کیا گیا تھا کھیل کے وقت میں ہر روز حزب وار وقار عمل بھی کرایا جاتا رہا۔ نماز مغرب طلبہ مسجد مبارک اور باقی ایوان محمود میں ادا کرتے رہے۔

نماز عشاء کے بعد دو دن جماعت احمدیہ کی بیرونی ممالک میں مساعی پر مشتمل تصاویر دکھانے کا بھی انتظام کیا گیا۔ جن میں حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دورہ ۱۹۸۰ء کی متحرک فلم اور جماعتی تبلیغی مساعی کی سلائیڈز شامل تھیں۔

۳۰ اپریل بروز جمعرات عملی پروگرام کے تحت تمام طلباء ربوہ سے نہر یکو والا بنگلہ پیدل گئے۔ جہاں سارا دن پکنک منائی گئی۔ اس دوران وہاں مختلف دلچسپ ورزشی پروگرام ہوئے اور عصر کے بعد تمام طلباء پیدل ہی واپس آئے۔

کلاس کے دوران مجلس سوال و جواب کا انعقاد ہوا جس میں طلباء کے سوالات کے جواب دیئے گئے۔

۶ مئی کو طلباء کا تحریری امتحان لیا گیا جس میں ۳۹۶ خدام شامل ہوئے اور ۲۹۸ کامیاب ہوئے۔ علاوہ ازیں کلاس میں شریک تمام خدام کو اسناد شرکت اور ——— (باقی صلا پر)

Monthly **KHALID** Rabwah

REGD. NO. L 5830 Editor : Mohammad Ilyas Munir June 1981



بسم اللہ الرحمن الرحیم

# خدّام الاحمدیّہ کا

## سالانہ

# اجتماع

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے اعلان کیا جاتا ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ کا سینتیسواں (۳۷) سالانہ اجتماع خدا تعالیٰ کے فضل و احسان سے اور اس کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ انشاء اللہ العزیز مورخہ ۲۳-۲۴-۲۵ اخاء ۱۳۶۰ھش بمطابق ۲۳-۲۴-۲۵ اکتوبر ۱۹۸۱ء اپنی شاندار روایات کے ساتھ ربوہ میں منعقد ہو گا۔

خدّام الاحمدیّہ اپنے اس اجتماع کی ابھی سے تیاری شروع فرمائیں!

محمود

صدر مجلس خدّام الاحمدیہ مرکزیّہ